

تصوف و روحِ اسلام

کالیگرافیا

پروفیسر قاری مشتاق احمد

10/119

شیربانی پبلیکیشنز لاہور

تصوف و روحِ سلام

کالیگراف

پروفیسر قاری مشتاق احمد

10/19

شیربانی پبلیکیشنز لاہور

۱۰

تصوف نوح اسلام

قرآن مفسر پروفیسر قاری مشتاق احمد

شیربانی پبلیکیشنز لاہور

جامع مسجد قادریہ شیربانی، ۲۱- ایکڑ سکیم نیامنگ، من آباد لاہور

سلسلہ اشاعت نمبر ۴۴

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	تصوف روح اسلام
مؤلف	مفسر قرآن پروفیسر قاری مشتاق احمد
نظر ثانی	ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس
پروف ریڈنگ	شاہد حسین
صفحات	۱۸۰
خطاطی	احمد علی بھٹہ
اشاعت	ذیقعد ۱۴۳۱ھ / اکتوبر ۲۰۱۰ء
تعداد	۱۱۰۰
ناشر	شیر ربانی پبلیکیشنز، لاہور
نگرانی و کمپوزنگ	محمد ناظم بشیر نقشبندی مجددی
معاون کمپوزر	ڈاکٹر منظور حسین اختر

ملنے کا پتہ:

مرکزی دفتر شیر ربانی اسلامک سنٹر: شیر ربانی روڈ، چوک شیر ربانی ۲۱-۱ ایکٹر سکیم نیامزنگ سمن آباد لاہور

موبائل: 0300-4299321 (www.sarwaremillat.com)

297-4	تصوف روح اسلام، مؤلف: قاری مشتاق احمد، پروفیسر
تصو	
	لاہور، شیر ربانی پبلیکیشنز، 2010
	265 ص
	1- تصوف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تعارف مؤلف

لاہور ایک علمی و ادبی شہر کے حوالے سے اپنی خصوصی پہچان رکھتا ہے۔ یہاں اہل علم و صاحبانِ دانش کی ایک کثیر تعداد جو اپنے رجحانات کے مطابق فروغِ علم کا فریضہ انجام دے رہی ہے۔ ایسے نمایاں ناموں میں ایک نام پروفیسر قاری مشتاق احمد صاحب کا ہے۔ آپ ریاست جموں و کشمیر کے ایک معزز راجپوت گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں اور جموں شہر میں ۲۰ مارچ ۱۹۴۱ء کو پیدا ہوئے۔ قیام پاکستان پر ہجرت کر کے پہلے گوجرانوالہ شہر میں آباد ہوئے پھر ۱۹۵۶ء میں میٹرک کرنے کے بعد لاہور منتقل ہوئے اور یہیں مستقل اقامت اختیار کی اور لاہور سول سیکرٹریٹ میں ملازمت کر لی۔ ملازمت کے دوران منشی فاضل، ادیب فاضل کے امتحان پاس کیے۔ ۱۹۶۴ء میں گریجویٹیشن کے بعد پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے (اردو، اسلامیات) کی ڈگریاں حاصل کیں اور دوسری جانب ۱۹۵۹ء میں درس نظامی کی سند دارالعلوم حزب الاحناف لاہور سے حاصل کی۔ یہاں آپ کو استاذ العلماء، شیخ التفسیر والحديث مفتی سید ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ رہا اور ۱۹۶۳ء تک دارالعلوم مذکورہ سے وابستہ رہے۔ غزالی زماں علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ سے بھی سند و اجازت حاصل کی۔ ۱۹۶۸ء میں پبلک سروس کمیشن کے مقابلہ کے امتحان میں کامیاب ہو کر گورنمنٹ کالج باغبانپورہ لاہور سے بطور لیکچرر تدریس کا آغاز کیا، لاہور ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ میں اسٹنٹ ڈائریکٹر کالج بھی رہے۔ پھر بطور اسٹنٹ پروفیسر ترقی پر گورنمنٹ کالج آف سائنس وحدت روڈ لاہور میں تبدیلی ہو گئی۔ ۱۹۸۴ء میں ایک سال کے لیے سعودی عرب ڈیپوٹیشن پر چلے گئے اور الـخبر کالج میں پڑھاتے رہے۔ واپسی پر پنجاب سول سیکرٹری ایٹ محکمہ تعلیم میں سیکشن آفیسر رہے۔ سائنس کالج میں بطور ایسوسی ایٹ پروفیسر اور پروفیسر ترقی پائی اور اسی کالج سے مارچ ۲۰۰۱ء میں ساٹھ سالہ عمر پر بطور صدر شعبہ اسلامیات ریٹائرڈ ہوئے

آپ مختلف اوقات میں جن مساجد میں خطابت و درس قرآن کے فرائض انجام دیتے رہے درج ذیل ہیں:

نمبر شمار	مسجد ادارہ	تدریس/خطاب	سال
۱-	جامع مسجد شاہ ابوالمعالی قادری رحمۃ اللہ علیہ لاہور	خطاب	۱۹۵۹ء تا ۱۹۹۱ء
۲-	جامع مسجد چودھریاں، قلعہ گوجر سنگھ، لاہور	درس قرآن	ایضاً
۳-	جامع مسجد تکیہ والی و مسجد قدس ایبٹ روڈ، قلعہ گوجر سنگھ، لاہور	درس قرآن	ایضاً
۴-	جامع مسجد حنفیہ کنک منڈی مزنگ، لاہور	درس قرآن	ایضاً
۴-	ایضاً	خطیب مسجد	۱۹۶۱ء تا ۱۹۶۸ء
۵-	جامع مسجد داتا دربار (داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمۃ) لاہور	درس قرآن و درس کشف المحجوب	۱۹۵۹ء تا ۱۹۹۶ء بعد نماز عصر تا مغرب
۶-	جامع مسجد کاہنہ نو (لب نہر) لاہور	خطاب	۱۹۶۹ء تا ۱۹۷۷ء
۷-	جامع مسجد حاجی بابا عطار اور حاجی معراج دین والی (اچھرہ) لاہور	درس قرآن	۱۹۶۴ء تا ۱۹۸۳ء
۸-	جامع مسجد اریاں (اچھرہ) لاہور	خطاب	۱۹۸۴ء تا حال
۹-	جامع مسجد قادریہ شیر ربانی ۲۱-۱ یکڑ سکیم نیامزنگ سمن آباد، لاہور	درس قرآن و خطاب	۱۹۹۴ء تا حال
۱۰-	جامع مسجد حنفیہ آصف بلاک، لاہور	خطاب	۱۹۸۳ء تا ۱۹۹۸ء

۱۱۔	جامع مسجد نور، پاک بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن لاہور	درس قرآن	۲۰۰۴ء تا حال
۱۲۔	جامع مسجد مدینہ احمد بلاک گارڈن ٹاؤن، لاہور	خطیب مسجد ادرس	۱۹۸۴ء تا ۲۰۰۵ء
۱۳۔	جامع مسجد اللہ ولی کریم بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور	خطیب مسجد	۲۰۰۵ء تا حال
۱۴۔	جامع مسجد ایل بلاک وحدت کالونی لاہور	تعمیر کرائی اور درس دیتے رہے	۱۹۷۱ء تا ۱۹۸۴ء

اس کے علاوہ آپ ملک کے بیشتر شہروں اور دیہاتوں میں دینی تقاریب میں قرآن و سنت کا پیغام عام کرنے کے لیے تشریف لے جاتے رہے۔ ۱۹۷۹ء میں حضور قبلہ عالم سید چراغ علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ پیر طریقت شیخ الحدیث سید محمد شاہ سوار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ شیخ کے وصال کے پر اولاً صاحبزادہ سید انیس المجتبیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے وابستگی رہی پھر کریم و عظیم شیخ طریقت صاحبزادہ حافظ سید ارشاد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کامل وابستگی اور معیت رہی اور انہیں سے اجازت کی سعادت حاصل ہوئی۔ ۱۹۸۴ء میں عمرہ کیا، ۱۹۹۳ء میں بمعہ اہلیہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل ہوئی اور ۲۰۰۵ء میں مع اہل و عیال پھر عمرہ کی سعادت حاصل ہوئی۔ پیر خانے پر ہر ماہ کی چار تاریخ کو درس کتاب و سنت کا اہتمام کیا اور یہ سلسلہ آپ کے برادران طریقت حاجی مرزا ریاض احمد صاحب اور حاجی مرزا سراج احمد (رحمۃ اللہ علیہ) کے تعاون سے جاری رہا اور اب بھی جاری ہے۔

حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر الحسنات سورہ ”ق“ کے شروع تک مکمل کی تو ان کا وصال ہو گیا تو ان کے فرزند جلیل حضرت علامہ مولانا امین الحسنات خلیل احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ جن سے بہت دوستی اور بھائی چارہ تھا۔ ان کے اصرار پر تفسیر الحسنات

پرنظر ثانی کی اور ۱۹۹۹ء میں تفسیر کو ("ق" سے آخر تک) مکمل کر دیا۔ یہ اہلسنت کی پہلی مکمل تفسیر ہے جو یورطبع سے آراستہ ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر دلائل و براہین سے لبریز ایک کتابچہ بعنوان "حسن الاعتقاد فی ذکر المیلاد" اور سالانہ امام ربانی مجدد الف ثانی کانفرنس کے موقع پر پیش کرنے کے لیے کئی اہم موضوعات پر پُر مغز مقالات تحریر فرمائے جو شیر ربانی پبلیکیشنز کی مطبوعات کی زینت بن چکے ہیں۔

سیدی مرشدی حضرت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ جن کا ذوق تھا کہ وہ اعلیٰ علمی و فکری صلاحیتوں کے مالک اہل علم کو مسجد میں خطاب کے لیے دعوت دیتے تھے۔ اس سلسلے میں استاذی پروفیسر قاری مشتاق احمد صاحب کو حضرت سرور ملت علیہ الرحمۃ نے اپنے ساتھ منسلک کر لیا اور جامع مسجد قادریہ شیر ربانی سمن آباد لاہور میں ہونے والے تبلیغی کاموں میں اپنا رفیق کار اور ہمدم بنا لیا۔

دنیاۓ اسلام کے عظیم مذہبی سکالر، ممتاز ماہر تعلیم پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی مدظلہ العالی جو کہ جامع مسجد قادریہ شیر ربانی سمن آباد لاہور میں ہفت روزہ درس قرآن اور ماہانہ محفل میلاد کے موقع پر صدارتی خطاب سے مستفید فرماتے رہے ان کے بیرون ملک جانے کے بعد قبلہ پروفیسر قاری مشتاق احمد صاحب کو ان فرائض کی انجام دہی کے لیے درخواست کی گئی جو آپ نے خوش دلی سے قبول فرمائی ۲۰۰۰ء میں قرآن حکیم، علم حدیث، فقہ اور عربی زبان ادب کی جزوقتی تعلیم کے لیے بھی آپ کی خدمات حاصل کی گئیں جو آپ نے حضرت سرور ملت علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد تک بڑی محنت سے انجام دیتے رہے۔ آپ تاحال شیر ربانی اسلامک سنٹر سمن آباد لاہور کے تبلیغی امور میں ڈائریکٹر کی حیثیت سے سرپرستی فرما رہے ہیں۔

آج کل تصوف کو ایک متنازعہ موضوع بنا کر عوام و خواص کے قلوب و اذہان کو آلودہ کرنے کی مذموم کوششیں ہو رہی ہیں۔ حضرت سرور ملت علیہ الرحمۃ نے ماہر طبیب کی طرح اس بیماری (سازش) کو دیکھا اور اسے علمی ہتھیار سے ناکام بنانے کے لیے تدبیر فرمائی۔ آپ نے فی الفور پروفیسر صاحب موصوف کو ”تصوف اور اسلام، متوازی اور غیر متوازی کی فضول بحث اور اسلام کے خلاف گہری سازش“ کے عنوان پر ماہانہ محفل میلاد کے موقع پر خطاب کی درخواست کی آپ نے اس حوالہ سے نہایت ہی وقیع گفتگو فرمائی۔ حضرت سرور ملت علیہ الرحمۃ نے اسے وقت کی ضرورت جانتے ہوئے پروفیسر صاحب موصوف کو کہا کہ آپ اسے صفحہ قرطاس پر بھی منتقل کر دیں چنانچہ کتاب ہذا کے مؤلف نے ابتدائی طور پر مذکورہ عنوان پر کتاب و سنت کی روشنی میں مدلل دستاویز تحریر فرمائی جو کہ ایک پمفلٹ کی صورت میں شائع ہوا۔

حضرت سرور ملت علیہ الرحمۃ نے اس بات کو خوب جان لیا تھا کہ تصوف جیسے اہم اور نازک موضوع پر مفصل دستاویز وقت کی اہم ضرورت ہے جو آنے والی نسلوں میں کسی قسم کے خلجان کا ازالہ کر سکے۔ اس سلسلہ میں حضرت صوفی صاحب علیہ الرحمۃ پروفیسر صاحب کو متحرک فرماتے رہے اور بالآخر پروفیسر صاحب اس پر آمادہ ہو گئے اور انہوں نے زیر نظر کتاب کا مسودہ سرور ملت علیہ الرحمۃ کی حیات میں ہی مکمل کر دیا تھا جسے دیکھ کر آپ علیہ الرحمۃ خوب تسکین اور فرحت محسوس فرماتے رہے۔ آپ نے پروفیسر صاحب کی اس عظیم کاوش پر انہیں مبارک باد پیش کی۔ آپ علیہ الرحمۃ کی یہ خواہش تھی کہ یہ کتاب جلد منظر عام پر آجائے تاکہ امت مسلمہ کو درپیش فتنے کا تدارک ہو سکے۔

سرور ملت علیہ الرحمۃ کی علالت تارحلت کے دور میں بھی دو کتب ”مکتوبات مسعودی“ اور ”نذر مجدد“ زیر طباعت تھیں۔ اس دوران آپ اپنے خالق حقیقی سے دائمی ملاقات کے لیے

جہان فانی سے تشریف لے گئے۔ رحلت کے بعد آپ کے قائم کردہ دینی اداروں میں ہونے والے تبلیغی امور کو چلانا اگرچہ ایک دشوار ترین مرحلہ تھا لیکن حضرت سرور ملت علیہ الرحمۃ کے مخلص رفقاء پروفیسر قاری مشتاق احمد، جناب قاضی جمیل اطہر سرہندی، پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی، پروفیسر محمد اقبال مجددی، حضرت علامہ محمد صدیق ہزاروی، ادیب شہیر صوفی باصفا میاں محمد صادق قصوری (جماعتی، ستاری)، حضرت علامہ مفتی ظہور احمد جلالی، پروفیسر راغب الیاس شاہ الہاشمی القریشی، شہزادگان (صاحبزادہ غلام مصطفیٰ نقشبندی مجددی، صاحبزادہ جنید سرور نقشبندی مجددی) و خادمان سرور ملت علیہ الرحمۃ بالخصوص مشیر اعلیٰ ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس صاحب کے پیہم تعاون کے نتیجے میں ہفت روزہ محفل ذکر ماہانہ محفل میلاد، سالانہ امام ربانی مجدد الف ثانی کانفرنس اور عرس شریف جیسے پروگرام اسی معیار اور مقصدیت کے ساتھ چل رہے ہیں اس کے ساتھ ساتھ ”ارمغانِ امام ربانی (جلد دوم)“ اور ”تذکارِ سرور“ زیور طبع سے آراستہ ہو کر عاشقانِ شیخ سرہند و مجانب سرور ملت علیہما الرحمۃ کو فیض یاب کر رہی ہیں۔

اللہ جل شانہ کا شکر ہے کہ بندہ ناچیز کو زیر نظر کتاب کے اشاعتی مراحل میں خدمت کا خاص طور پر، موقع میسر آیا ہے یقیناً یہ میرے شیخ کی عظیم سنت ہے اور میری دعا ہے اللہ کریم جل شانہ حضرت سرور ملت علیہ الرحمۃ کے مشن کو آگے بڑھانے والے تمام احباب کو دارین کی سعادتیں مقدر فرمائے اور خدمتِ دین میں استقامت عطا فرمائے اور حضرت قبلہ پروفیسر صاحب جو کہ دل کے عارضہ میں مبتلاء ہیں کو صحت کاملہ سے نوازے اور آپ کے سایہ کو کوتاہی سلامت رکھے تاکہ کلام الہی کی نورانی کرنیں مسلمانوں کے ظاہر و باطن کو منور فرماتی رہیں۔ (امین بجاہ سید المرسلین)

محمد ناظم بشیر نقشبندی مجددی

۱۲۔ اکتوبر ۲۰۱۰ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَجْهٌ تَالِیْفٌ

ماضی قریب میں ٹیلی ویژن پروگرام میں تصوف اسلامی کے حوالے سے ایک سلسلہ گفتگو چلا جس میں شریک حضرات وہ تھے جو ذہنی و فکری طور پر تصوف مخالف تھے اور انکی تبصرہ بازی ان کے اندرونی خلفشار کی مظہر تھی اس گروہ میں سے جاوید غامدی ان پروگراموں میں پیش پیش ہے۔ اس شخص نے تصوف اسلامی اور صوفیہ عظام کے بارے میں دل کھول کر اعتراضات کیے۔ یہ غیر مقلد متعصبین کے افکار تھے اس سے اہل سنت و جماعت کے علماء اور کثیر مشائخ عظام نے مؤثر احتجاج کیا، کانفرنسیں منعقد ہوئیں اور تصوف اسلامی کے خلاف اس تحریک کو کھلی سازش قرار دیا گیا اور اس امر کی بھرپور اور ٹھوس وضاحت کی گئی کہ تصوف اسلامی روح دین اور مغز قرآن ہے اور اس کا انکار کھلی جہالت اور ہٹ دھرمی ہی نہیں بلکہ اس سرمایہ کتب سے جو تصوف پر موجود ہے مکمل لاعلمی ہے اور سواد اعظم کے جذبات کو عملاً ٹھیس پہنچائی گئی ہے اور اپنے باطل نظریات کو ٹھونسنے کی بے جا اور ناکام کوشش کی گئی ہے اور صوفیاء عظام کے بارے میں لغو گفتگو کی گئی ہے جس کا نہ تو کوئی جواز ہے اور نہ ہی اس کا حقیقت سے کوئی تعلق ہے اور اس قسم کے لغو نظریات کا پرچار چاند پر تھوکنے کے مترادف ہے چنانچہ اس حوالے سے ہمارے علماء نے اخبارات میں بھی مدلل جواب دیا۔

حضرت مولانا صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ جو خود ایک بڑے صوفی تھے آستانہ عالیہ شرقپور شریف سے مجاز تھے، افکار مجدد اور طریق نقشبندی کی ترویج و فروغ کیلئے میر کارواں تھے اور عملاً ایک درویش کامل تھے اور ان کی خدمات کے حوالے سے عرض یہ ہے کہ ”جہان امام ربانی“ کے نام سے جو انسائیکلو پیڈیا شائع ہوا ہے جو پندرہ جلدوں میں

چھپ چکا ہے، اس کے محرک اور روح رواں وہی تھے انکی ساری زندگی کتاب و سنت کی عملی تصویر تھی اور ان کے لمحات حیات فروغ دین ہی میں گزرے اور ان کا کام بدستور جاری ہے جس پر کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ مجھے ان کی رفاقت پر فخر ہے، انہوں نے مجھ سے فرمائش کی تھی کہ تصوف اسلامی پر ایک مستند دستاویز لکھ دیں میں نے تعمیل ارشاد میں ۳۲ صفحات پر مشتمل ایک پمفلٹ ترتیب دیا اور ان کی خدمت میں پیش کیا انہوں نے اسے خوب پسند کیا اور فی الفور اس کی دو ہزار کاپیاں چھپوا کر مفت تقسیم کیں تو بہت سے احباب علماء نے صوفی صاحب مرحوم سے کہا کہ یہ مختصر پمفلٹ اگر مفصل کتاب کی صورت میں آجائے تو یہ منکروں کا مکمل رد ہوگا اور تصوف کے بارے میں کسی قسم کا خلجان باقی نہ رہے گا اور یہ احقاق حق ہو جائے گا کہ تصوف اسلامی دین اسلام کی حقیقی روح ہے تو مرحوم و مغفور نے مجھ سے یہ تقاضا کیا کہ آپ یہ خدمت انجام دیں میں نے عرض کیا کہ میں اس کا اہل نہیں مجھے علمی کم مائیگی کا سامنا ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آپ اس کام کے اہل ہیں اور ان کے پیہم اصرار پر میں نے یہ کتاب ”تصوف روح اسلام“ ان کی زندگی میں مکمل کر دی انہوں نے دیکھا لیکن علالت آڑے آئی تو فرمانے لگے میں تندرست ہو جاؤں تو بالئفصیل پڑھوں گا اور بالضرور شائع ہوگی اور مجھے یقین ہے کہ آپ نے اس میں اپنا حق ضرور ادا کیا ہوگا۔ اس دوران انہوں نے رحلت فرمائی اور یہ کام کچھ دیر کے لیے رک گیا۔

خلد آشیانی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان جناب غلام مصطفیٰ، جناب جنید سرور صاحب اور مرید خاص محمد ناظم بشیر نقشبندی مجددی نے اس سلسلہ کو پھر زندہ کیا اور میں ان کا مشکور ہوں کہ انہوں نے والد بزرگوار اور شیخ کے مشن کو بدستور جاری رکھا ہے اور یہ کتاب ہدیہ ناظرین ہے۔

راقم الحروف آستانہ عالیہ چراغیہ نقشبندیہ والٹن شریف لاہور کا ایک ادنیٰ خادم

ہے اور میرے حضور قبلہ عالم پیر سید شاہ سوار علی شاہ صاحب (گوجرہ) اور صاحبزادہ حافظ
ارشاد حسین رحمۃ اللہ علیہ ہیں یہ دونوں بزرگ حضرت مخدوم پیر سید چراغ علی شاہ صاحب کے
خلفاء ہیں اور آپ سرکار علی حضرت علی پوری پیر سید جماعت علی شاہ صاحب لاثانی رحمۃ اللہ علیہ
کے خلیفہ مجاز تھے۔ میں یہ کتاب ان مخدوموں کے نام معنون کرتا ہوں۔
گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

پروفیسر قاری مشتاق احمد نقشبندی مجددی
سابق صدر شعبہ علوم اسلامیہ
گورنمنٹ سائنس کالج وحدت روڈ لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فہرست

صفحہ نمبر	از	عنوان	نمبر شمار
۱	ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی	تقدیم	۱
۷	پروفیسر قاری مشتاق احمد	تصوف روحِ سلیم	۲

فائز

۱۵۴	میاں محمد صادق قصوری	حرفِ صادق	۳
۱۷۱	جمیل اطہر سرہندی	تصوف اور افکارِ مجدد	۴
۱۷۷	ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس	تصوف شہِ رگِ دین	۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تقدیم

تصوف روحِ اسلام

تصوف آغازِ اسلام سے ہی علمی و عملی طور پر مسلم معاشرہ کا حصہ رہا ہے اگرچہ یہ بحث بھی جاری رہی کہ دین میں اس کی ضرورت و اہمیت کیا ہے؟ بعض لوگ اس کو دین کا لازمی جزو قرار دیتے ہیں تو بعض اس کو متوازی دین کے طور پر موضوع بحث بناتے ہیں۔ یہ جدلیت مسلسل مسلم معاشرے پر اثر انداز ہوتی رہی ہے۔ یہ بھی آوازیں بھی اٹھتی رہیں ہیں کہ یہ یونانی اثرات کا شاخسانہ ہے اور یہ بھی اعتماد موجود رہا ہے کہ یہ ایک خالص اسلامی فکری تحریک ہے۔ تصوف کی اصطلاح بھی نقد و تبصرے کا ہدف رہی ہے مگر یہ تمام مباحث کسی طور بھی تصوف کی فکری پیش رفت اور عملی نفاذ کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنے۔ تاریخِ اسلام کا کوئی دور اور مسلم معاشرے کا کوئی گوشہ بھی تصوف کی کارفرمانیوں سے غیر متعلق نہیں رہا ہے۔ پھر یہ کہ اس کے اثرات ہر طبقے اور ہر گروہ پر بہت نمایاں رہے ہیں یہ بحث کہ تصوف ایک متوازی نظریہ حیات ہے خلطِ مبحث ہی نہیں خام خیالی بھی ہے کہ اہل تصوف، ملتِ اسلامیہ کے برگزیدہ افراد رہے ہیں۔ اُن کے سیرت و کردار نے ملت کی تطہیر کا فریضہ انجام دیا ہے اور راستی پر گامزن رہنے کا حوصلہ عطا کیا ہے۔ سوچئے ان حضرات کے پیروکار کون تھے؟ ان کے نظریات کن کے لیے لائق اعتماد تھے؟ صوفیاء کی کاوشیں کس معاشرے پر اپنے اثرات دکھاتی رہی ہیں اور ان کی تعلیمات نے کس کے رُخ کردار کو سنوارا ہے۔ حلقہ بگوشوں کی فہرست دیکھ لیجئے اور روٹیوں کی دروبست پر

ذوق ہے اور بقول مولانا روم علیہ الرحمۃ

عقل قربان کن پیش مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

کی جلوہ نمایاں ہیں۔ سچ ہے کہ روشن آفتاب کی کرنیں نادیدگی کا شکار

ہو جائیں تو

چشم آفتاب را چہ گناہ

صوفیاء جو صیانت عقیدہ اور طہارت عمل کے داعی تھے۔ اہل محبت کے امام ہیں

مگر بد قسمتی یہ ہے کہ خود ساختہ نظریات کے فریفتہ بزعم خویش اہل دانش اور غرورِ نفس کے

شکار لوگ ہر دور میں ان پاکیزہ صفات اہل خیر پر آواز کستے رہتے ہیں۔ یہ لمحاتی آوازے

فضائے بسیط میں دم توڑتے رہتے ہیں اور اب بھی نڈھال ہو جائیں گے کہ

اندھیرے کو اجالے سے شکست فاش ملتی ہے

عصر حاضر میں جبکہ درویش صفت انسانوں کی ضرورت کا احساس ہر کہیں ہے

کچھ بر خود غلط لوگ پھر پرانے حربے آزما رہے ہیں مگر یقین رکھئے

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اس لئے کہ عقیدت مندوں میں ایسے اہل دانش بھی ہیں جو ہر فتنے کو خرد کرنے

کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ پروفیسر قاری مشتاق احمد صاحب بھی ایسے نبرد آزماؤں میں سے

ہیں ان کے گوش حق نیوش تک یہ فریب خوردہ آوازیں پہنچیں تو انہوں نے ملت اسلامیہ

کے بھولے بھالے ارادت مندوں کو حوصلہ مندر رکھنے کا عزم کر لیا اور ان کے قلم سے ایک

ایسی کتاب سامنے آئی جو روایت و درایت کا بہر پہلو حسن رکھتی ہے۔ ”تصوف روح

اسلام“ ایک کتاب ہی نہیں ایک حقیقت پسندانہ فکر بھی ہے۔ قرآن و حدیث سے اخذ کردہ دلائل پر مشتمل یہ کتاب ہر قاری کو متاثر کر لے گی اور لرزاتے ہوئے قدموں کو استقامت کا درس دے گی۔

پروفیسر صاحب کا دینی مطالعہ لائق اعتماد ہے اس لئے اُن کے اظہار میں بے باکی ہے ”تصوف روح اسلام“ کا مطالعہ پر قاری کو تصوف کے حقائق سے روشناس کرائے گا اور تصوف کے حقیقی کردار سے آگاہ کرے گا۔ رواں دواں عبارت، دلائل سے ہر دی گئی تحریر یقیناً ایک اساسی نوشتے کی حقیقت لے گی اور یہ صرف اعتراضات کے جواب پر ہی اکتفا نہ کرے گی بلکہ روح اسلام کے ہمہ جہتی اظہار کا ذریعہ بنے گی۔

”تصوف روح اسلام“ تصوف کے اساسی مباحث پر مشتمل ہے۔ صوفی کون ہے؟ کے زیر عنوان خود مستند صوفیاء کے ارشادات نقل کئے گئے ہیں کہ ”صاحب الدار ادریٰ بمافیہ“ گھر والا بہتر جانتا ہے کہ گھر میں کیا ہے۔ ان اقوال کی روشنی میں واضح کرتی ہے کہ تصوف، شریعت مطہرہ سے قلبی وابستگی اور دیاندارانہ پاسداری کا نام ہے۔ اس سلسلے میں تصوف کی امہات الکتب کی فہرست بھی دی گئی ہے جو قاری کو مطالعہ کی تحریک دے گی۔ اسی ضمن میں ”تصوف“ کی تعریف صوفیاء کرام کے ارشادات کی روشنی میں متشکک قلب و ذہن کو راہ یقین دکھائے گی۔ اس سلسلے میں سید علی ہجویری علیہ الرحمۃ کے ارشاد کے تینوں حصوں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور یہ حدیث مبارکہ ”الدین النصیحة“ سے ماخوذ ہے کہ ذات باری تعالیٰ کے ساتھ ایماندارانہ اخلاص، مخلوق کے ساتھ نیک رویہ اور اپنی ذات کے ساتھ دیاندارانہ تعلق۔ ان تمام جوانب کی

وضاحت ارشادات الہی اور فرمودات رسول ﷺ کے حوالے سے کی گئی ہے۔ ذات الہی کے ساتھ بندے کی نسبت کے تین پہلو نمایاں ہیں۔ ”تعلق باللہ“ قرب الہی اور رویت الہی۔ یہ ساری نسبتیں انسانی ارتقاء پر دلالت کرتی ہیں اور مستند حوالوں سے ان کی تشریح کی گئی ہے۔

ساری تفصیل میں ایک اہم نکتہ مولف کے پیش نظر رہا ہے کہ محبت و قرب کے دعویدار کو اطاعت کی سند بھی حاصل ہونی چاہیے وگرنہ یہ سب دعوے ہوں گے۔ اطاعت رسول ﷺ پر مضبوط دلائل اور مربوط گفتگو سے باور کرانا ہے کہ تصوف صرف اور صرف اطاعت رسول ﷺ میں وثوق کا نام ہے اور کوئی صوفی بھی صادق القول نہیں ہو سکتا جب تک اُس کے اقوال اور اعمال کو سنت رسول ﷺ کی تائید حاصل نہ ہو۔ اس طرح ثابت کیا گیا ہے کہ تصوف وہ رویہ ہے جو سنت پر اعتماد کو فروغ دیتا ہے یہ سچی اطاعت ہے اور صدق دل سے تسلیم ہے یہی تقویٰ ہے جو صوفیا کی شناخت ہے اسی تقویٰ کا نتیجہ ہے کہ صوفیاء فرائض کی ادائیگی پر استقامت کے ساتھ ساتھ نوافل، ذکر و فکر اور خلوت و عزلت کو ترجیح دیتے ہیں یہ محاسبہ نفس کے لمحے ہوتے ہیں کہ اسی سے قوت پا کر صوفی میدان عمل میں آتا ہے اور پوری تندہی سے اشاعت دین کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ یہ مراقبہ یہ خلوت نشینی، فرار کی کوئی صورت نہیں ہمہ تن جدوجہد کی تیاری کا مرحلہ ہے۔ علامہ اقبال نے اسی حقیقت کو آشکار کرنے لئے فرمایا تھا۔

در بستانِ حرا خلوت گزید قوم و آشن و حکومت آفرید

صوفی بھی اسی تربیت و تیاری کے دورانیے سے گزرتا ہے اور پھر معاشرے کی اصلاح میں

منہمک ہو جاتا ہے۔ کوئی معاند قوت کوئی بھاری رکاوٹ اُس کا راستہ نہیں روکتی۔ وہ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے انداز میں معاشرے کے ہر فرد کی تربیت کا ذمہ دار ہوتا ہے اور اس مشن میں کوئی طاقت یا کوئی اقتدار اُس کا راستہ نہیں روک سکتا۔

میں پروفیسر قاری مشتاق احمد مدظلہ کی اس کاوش کو بنظر استحسان دیکھتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ یہ نوشتہ ہدایت شبہات کی کئی گرہیں کھول دے گا۔ اللہ تعالیٰ حبیب کریم ﷺ کے صدقے قاری صاحب کو مزید صحت اور توانائی عطا فرمائے تاکہ خیر کا یہ مشن جاری و ساری رہے۔ ایسی کتابیں قارئین کو ثروت مند کریں گی اور ان کے اذہان پر پڑنے والے حالات کے سائے زائل کرے گی۔

اللہم صلّ و سلّم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی
صدر مرکز تحقیق: فیصل آباد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تصوف کا معنی و مفہوم

صوفی کون؟

تصوف کا لفظ باب تفعّل سے ہے اور لغوی معنی صوف کا لباس پہننے کے ہیں لیکن اصطلاحی معنی تزکیہ نفس اور تجلیہ قلب کے ہیں چونکہ اونی لباس (صوف) صوفیاء کی اکثریت پہنتی رہی تو لوگ انہیں صوفی کہنے لگے ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ کتاب اللمع میں لکھتے ہیں:

”لباس طاہری کی وجہ سے صوفی کے نام سے ملقب ہوئے اور ان کا لباس صوف پہننا اس لئے تھا کہ اکثر انبیاء و اولیاء اور صالحین یہ لباس پہنتے رہے“

مخدوم ابوالحسن علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں لکھتے ہیں:

”صوفی کو صوفی اس لئے بھی کہتے ہیں کہ وہ اصحاب صفہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ محبت و مناسبت رکھتا ہے لیکن یہ لغوی تحقیق ہے اور اس کو تصوف کے حقیقی معنی سے کوئی تعلق نہیں صفائی سب امور میں محمود ہے اور اس کی ضد کدورت ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”ذَهَبَ صَفْوُ الدُّنْيَا وَبَقِيَ قَدْرُهَا“

دنیا کی صفائی جاتی رہی اور کدورت باقی رہ گئی“

کسی چیز کی خوبیوں کا نام عمدگی اور برگزیدگی ہے اور اس کی خرابیوں کا نام اسکی کدورت اور برائی ہے چونکہ اصحاب تصوف نے اپنے اخلاق و معاملات اور ظاہری اطوار کو درست کر لیا ہے اور طبیعت کی آفات یعنی طبعی اور باطنی عیوب و خرابیوں سے بیزاری اختیار کر لی ہے اس لئے اسے صوفی کہتے ہیں اور اسم صوفی گویا اس گروہ کا اسم علم ہے“

مزید ارشاد فرماتے ہیں:

لباس صوف سنت ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے:

عَلَيْكُمْ بَلْبُسُ الصُّوفِ تَجِدُونَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ فِي قُلُوبِكُمْ“

تم لباس صوف پہننا لازم کرو تم اپنے دلوں میں ایمان کی چاشنی پاؤ گے“

اور حدیث میں وارد ہے

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ الصُّوفَ وَيَرْكَبُ الْحِمَارَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم لباس صوف پہنتے اور دراز گوش پر سواری فرماتے تھے“

عوارف المعارف میں شیخ شہاب الدین سحروردی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

”حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے

ستر (۷۰) بدری اصحاب کو لباس صوف پہنے دیکھا ہے“

مخدوم ابوالحسن علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں رقمطراز ہیں:

مشاہدہ باطن کے بغیر ظاہر کی اصلاح گویا تصوف کا انکار اور صفائے باطنی کے خیال سے کھلی کنارہ کشی ہے جب صفا کدورت کی ضد ہے اور کدورات صفات بشریہ میں سے ہیں تو صوفی وہی ہے جو کدورات بشریہ سے نکل کر صفائے حق کی طرف متوجہ ہو جو آپ سے فانی اور حق تعالیٰ کے ساتھ باقی ہو اور کدورات بشریہ طبعیہ سے رہائی پا کر باطن کی حقیقت سے واصل ہو“

حضرت حارث المحاسبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الرعایہ میں جو دوسری صدی ہجری کے آخر یا تیسری صدی ہجری کے اول میں لکھی گئی اور کتب تصوف میں اولین کتاب ہے رقمطراز ہیں:

”جس نے مراقبہ اور اخلاص کی بدولت اپنے باطن کو سنوار لیا اللہ کریم اس کے ظاہر کو مجاہدہ اور سنت نبوی کے اتباع سے زینت بخشتا ہے جو شخص ریاضت نفس کی بدولت خود کو مہذب

نہیں بناتا اس پر مقامات کی راہیں نہیں کھلتیں“

ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ کتاب الصدق میں فرماتے ہیں:

اللہ کریم جب کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو اسے ذکر کی توفیق

عطا کر دیتا ہے اور جب بندے کو معرفت حاصل ہو جاتی ہے تو وہ

اللہ کے سوا کسی کی طرف نظر نہیں کرتا اور حقیقی علم وہی ہے جو تجھے

رغبت عمل دے اور یقین ماسوا سے بے نیازی ہے“

سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

تصوف سراسر اسلام پر مبنی ہے۔

رسالہ قشیریہ میں جنید رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول منقول ہے:

”دراصل تصوف قرآن و حدیث پر مبنی ہے اور یہ کہ ہمارا طریقہ

کتاب و سنت سے ماخوذ ہے“

ابن تیمیہ نے جو تصوف کے بڑے مخالفوں میں سے ہے اپنی کتاب منہاج السنہ کی

تیسری جلد میں جنید رحمۃ اللہ علیہ کے طریق تصوف کو مستند مانا ہے اور ان کا ذکر انتہائی

احترام سے کیا ہے۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

تصوف یہ ہے کہ صوفی اپنی زندگی معیت الہیہ میں اس طرح بسر

کرے کہ غیر اللہ سے کوئی تعلق یا وابستگی باقی نہ رہے“

ابوالنصر سراج رحمۃ اللہ علیہ کتاب اللمع میں رقمطراز ہیں:

”تصوف کا مطلب ترک دنیا ہرگز نہیں ہے بلکہ شریعت کا کامل

اتباع ہے، کتاب کے ابواب میں سے نویں اور تیرھویں باب میں

واضح کیا ہے صوفیہ کی جملہ تعلیمات و تعریفات قرآن و حدیث

سے ماخوذ ہیں اور یہ کہ تصوف اسلام کے باطنی پہلو کا نام ہے“

شیخ ابوبکر الکلاباذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مقبول زمانہ کتاب میں رقمطراز ہیں:

”تصوف دائرہ اسلام کے اندر ہے ہرگز باہر نہیں صوفیہ کے عقاید

بالکلیہ اسلام کے مطابق ہیں اور صوفیہ ہر اس بات کو جو قرآن و

سنت کے خلاف ہو قطعاً تسلیم نہیں کرتے“

شیخ الاسلام ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب قوت القلوب علوم تصوف اور شریعت پر

ایک نادر کتاب ہے تصوف کو غیر اسلامی سمجھنے والوں کیلئے یہ کتاب نور ہدایت کی

بے مثل دستاویز ہے کہ منکر کو بھی تسلیم کے سوا چارہ نہیں یہ دستاویز کتاب و سنت اور برکات

تصوف کے انوار کی موسلا دھار بارش ہے جو زنگ آلودہ قلوب، اوہام و تشکیک کے

کشتگان کیلئے جادہ منزل اور پیغام حیات ہے اس کتاب سے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

جیسے افاضل نے استفادہ کیا ہے اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر نے اخذ کیا

ہے اس ساری کتاب کا خلاصہ یہ ہے ”تصوف حقیقت میں تزکیہ اخلاق کا نام ہے“ اس

کتاب اور اس کے مصنف کے بارے میں عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب نجات الانس میں رقمطراز ہیں:

”ابوطالب مکی وے صاحب قوت القلوب است کہ مجمع اسرار طریقت است
 قَالَ وَلَمْ يَصْنَفْ فِي الْإِسْلَامِ مِثْلَهُ فِي دَقَائِقِ الطَّرِيقَةِ“ قوت
 القلوب کے مصنف ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ ہیں دقائق طریقت کے
 بیان کے حوالے سے دنیاۓ اسلام میں اس کی مثل کوئی کتاب نہیں لکھی گئی“
 موصوف اپنی کتاب میں رقم طراز ہیں:

”ہمارے ایمان کا دار و مدار تصدیق و یقین اور قرآن و حدیث
 سے نقل پر ہے نہ کہ عقل و ظن یا حکماء کی تقلید پر شریعت پر ہی
 عالم کی تدبیر و وقوع پزیر ہوئی ہے اور اسی پر اوامر و نواہی نظم
 دئے گئے ہیں“

امام ابوالقاسم القشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حقیقت ربوبیت کا مشاہدہ ہے جبکہ شریعت عبودیت اختیار
 کرنے کا حکم ہے پس ہر شریعت جس کی تائید حقیقت سے نہ ہو
 ناپسندیدہ اور نامقبول ہے اور ہر حقیقت جو شریعت کی قید سے
 آزاد ہو غیر محمول ہے“

مزید رسالہ 'قشیریہ کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں:

ہمارے زمانے میں تصوف کا طریقہ بگڑ چکا ہے۔ کامل بزرگ رخصت ہو چکے جو اس طریق کے عارف و عالم تھے تقویٰ جاتا رہا بلکہ اسکی حرمت ہی نہ رہی طمع بشدت بڑھ گئی اور حرمت شریعت دلوں سے اٹھ گئی حلال و حرام کا امتیاز نہ رہا غفلتیں چھا گئیں اور شہوات کا اتباع عام ہو گیا اس لئے میں نے یہ رسالہ لکھا کہ لوگوں پر تصوف کی حقیقت منکشف ہو!۱

مخالفین تصوف کی بدظنی کو دور کرنے کیلئے اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہو سکتی ہے جس طرح مسلمانوں کی غلط روی یا بد اعمالیوں کو بہانہ بنا کر اسلام کو اس کا ذمہ دار نہیں کہا جاسکتا اس طرح جہلاء اور نام نہاد صوفیوں کی غلط کاریوں کو اسلامی تصوف کے خلاف کیوں قرار دیا جاسکتا ہے جبکہ تصوف دین کی حقیقی تعبیر و تفسیر ہے اور اسلام کی روح ہے اور صوفیاء کرام نے خود غلط کاریوں کی نہ صرف نشان دہی کی ہے بلکہ اس کی پر زور مذمت بھی کی ہے اور ٹھوس تدارک بھی اور برملا اور دو ٹوک وضاحت بھی کہ خلاف شرع امور کا تصوف اسلامی سے کوئی تعلق نہیں اور ان امور فاسدہ کو بہانہ بنا کر تصوف اسلامی کو ہدف سراسر انکارِ حق اور دین کے کینخلاف گھناؤنی سازش ہے اور حقیقت سے مکمل جہالت اور کھلی نا انصافی ہے جو کسی بھی ذی شعور کو ہرگز لائق نہیں اور نہ ہی اہل علم و عقل کا شیوہ ہے۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

محال است سعدی کہ راہ صفا
تواں رفت جز درپے مصطفیٰ

برصغیر کے عظیم صوفی مخدوم ابوالحسن ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف کے حوالے سے غلط کاروں کا جو تجزیہ کیا ہے وہ منکرین تصوف کے جملہ اعتراضات کا شافی جواب اور حقیقت تصوف کے اظہار کا نورانی باب ہے۔ رقمطراز ہیں:

خداوند قدوس عزّوجلّ شانہ نے ہمیں ایسے زمانہ میں پیدا کیا کہ جس کے لوگ خواہشات نفسانی کا نام شریعت اور طلب جاہ و ریاست و تکبر کا نام عزت و علم اور خلق خدا سے ریاکاری کا نام خوف الہی اور دل میں کینہ چھپا رکھنے کا نام حلم اور فضول جھگڑے کا نام مناظرہ اور باہم لڑنے جھگڑے اور حماقت کا نام بزرگی اور منافقت کا نام زہد اور جھوٹی آرزوں کا نام ارادت اور طبیعت کے ہذیان کا نام معرفت اور دلی رغبتوں اور وساوس نفسانی کا نام فنا اور نبی اکرم ﷺ کی شریعت کو ترک کرنے کا نام طریقت اور اہل زمانہ کی آفتوں کا نام مجاہدہ رکھتے ہیں یہاں تک کہ معارف الہیہ کے عرفا (جاننے والے) اس جہان سے بالکل الگ ہو گئے ہیں اور اہل دنیا نے غلبہ پالیا ہے چنانچہ اسلام کی پہلی ابتری کے وقت کا نقشہ ہے جبکہ اہل بیت نبوی پر آل مروان نے غلبہ حاصل کر لیا تھا

اہل حقائق کے بادشاہ تصوف و طریقت کے حکیم ابوبکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب منظر کشی کی ہے:

”أُبْتَلِينَا بِزَمَانٍ لَيْسَ فِيهِ آدَابُ الْإِسْلَامِ وَلَا أَخْلَاقُ

الْجَاهِلِيَّةِ وَلَا أَحْكَامُ ذَوِي الْمُرْوَةِ“

ہم ایسے زمانے میں ابتلا (امتحان) کے اندر ڈالے گئے ہیں کہ جس میں نہ آداب اسلام ہیں نہ اخلاق جاہلیت اور نہ ہی اس میں مروّت و محبت کی باتیں ہیں۔ ۱

شیخ الشیوخ شہاب الدین سھروردی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف لطیف عوارف المعارف میں رقمطراز ہیں:

”مسلمانوں کے طبقات میں صوفیاء کرام کا طبقہ اور گروہ ہی ایسا

ہے جو رسول اللہ ﷺ کی حسن متابعت میں کامیاب ہوا ہے

اس لئے کہ اس طبقہ نے آپ ﷺ کے ارشادات کی تعمیل کی

اور آپ ﷺ نے جس کام کا حکم دیا اس پر ثابت قدمی سے عمل

کیا اور جن امور سے روک دیا رک گئے ارشاد باری ہے:

وَمَا تَكُمُ الرُّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

”اور جس بات کا تم کو رسول حکم دیں تو اُسے مضبوطی سے

پکڑ لو اور جس سے منع کر دیں اُس سے باز رہو“ ۲

۱۔ کشف المحجوب ساتویں فصل ۲۔ پ ۲۸۔ المحشر

چنانچہ ان صوفیہ نے اپنے اعمال میں آپ ﷺ کی کمال درجہ پیروی کی اور آپ کی متابعت کی جدوجہد سے عبادت، تہجد، نوافل، روزہ، نماز اور جو کچھ اس کے سوا ہے اسکی بجا آوری کی اور آپ ﷺ کے اخلاق سے متخلق ہوئے

شیخ عبدالواحد سے پوچھا گیا صوفی کون ہے؟ فرمایا:

”صوفی وہ لوگ ہیں جو اپنی عقل و فہم کے مطابق سنت نبوی پر قائم

ہیں“

مزید فرماتے ہیں:

”تصوف کا اول علم ہے اور اوسط عمل ہے اور آخر موہبت یعنی

عنایات ربانی ہے۔

سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

رسول ﷺ کا کامل اتباع کرنے کا نام تصوف ہے“ ۲

شیخ المشائخ غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”صوفی وہ بندہ ہے جسکو اللہ نے صفائے قلب عطا فرمائی اور جو

نفس کی آفتوں اور اسکی برائیوں سے خالی ہو خدا کے نیک راستہ پر

چلنے والا حقائق کو گرفت میں لینے والا اور اپنے دل کو مخلوق کے

درمیان غیر متحرک محسوس کرنیوالا ہو اللہ کے ساتھ صدق اور اس کے بندوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا تصوف ہے۔
سرکار جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری عظیم تصنیف ”فتوح الغیب“ ہے جو آپ کے ۷۸ مقالات کا مجموعہ ہے ساری کتاب کا خلاصہ یہ ہے:

(i)۔ بندگان خدا کی اصلاح نفس

(ii)۔ تزکیہ قلوب کے لئے نصائح

(iii)۔ اتباع شریعت اور متابعت سنت پر بار بار تاکید

حضرت ابوالحسن علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

علماء ظاہر میں سے جو شخص اس کتاب میں غور کرے گا (کشف المحجوب) تو اسے معلوم ہو جائیگا کہ علم تصوف کی اصل قوی ہے اور اسکی شاخ بار آور اور تمام مشائخ جو اہل علم و فضل ہوئے اپنے تمام مریدوں کو علم تصوف کی تحصیل پر رغبت دلاتے رہے اور اس پر مداوت کی تلقین کرتے رہے اور وہ نہ تو خود لغو طریق پر چلے ہیں اور نہ ہی اپنے مریدوں کو ایسا کرنے کی ترغیب دی مشائخ طریقت اور علماء صوفیہ نے تصوف میں کتابیں تصنیف کی ہیں اور معارف تصوف پر نہایت لطیف

عبارات میں ربّانی علم و بصیرت سے مضبوط براہین قائم کئے
ہیں“ ۱

امام ربّانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

”حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت اور پیروی میں کوشش کرنا بندے کو
مقام محبوبیت تک لے جاتا ہے تو ہر عقلمند اور دانش مند پر لازم ہے کہ اللہ
تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع میں ظاہراً اور باطناً پوری سعی او
ر کوشش کرے“ ۲

”شریعت تمام دنیوی و اخروی سعادتوں کی ضامن ہے کفیل ہے اور کوئی ایسا
مطلوب و مقصود نہیں جو شریعت سے جداگانہ ہو اور انسان کو اس کی محتاجی ہو
طریقت و حقیقت جس کے ساتھ صوفیاء کرام ممتاز ہیں دونوں شریعت کی
خادم ہیں“ ۳

خواہشاتِ نفسانیہ کے دور کرنے کے واسطے شرائع کا ورود ہوا ہے شریعت
کے تقاضوں پر جتنا بھی عمل کیا جائیگا نفسانی خواہشات اسی قدر رو بہ زوال
ہونگی (مٹ جائیں گی) لہذا نفسانی خواہش کے ازالے کیلئے شریعت کے
ایک حکم کی پاسداری اور اس پر عمل ان ہزار سالہ ریاضات و مجاہدات سے
بڑھ کر ہے جو خواہشِ نفس سے ہوں“ ۴

۱۔ کشف المحجوب مقدمہ فصل نمبر ۸ ۲۔ مکتوبات امام ربّانی، دفتر اول، حصہ دوم، مکتوب: ۴۱

۳۔ ایضاً، حصہ اول، مکتوب نمبر ۳۶ ۴۔ ایضاً، دفتر اول، مکتوب نمبر ۵۲

”ہاں وہ ذکر و فکر بہتر ہے اور اہم ہے جو آداب شرعیہ کی مراعات کے ساتھ کیا جائے“^۱

امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ ”زبدۃ المقات“ کی فصل ششم میں لکھتے ہیں:

لوگ مجاہدوں اور ریاضتوں پر حریص اور اس ہوس میں مبتلا ہیں حالانکہ نماز کے آداب کو صحیح طور سے بجالانے کے برابر کوئی ریاضت اور مجاہدہ نہیں“

خواجہ جہاں کے نام لکھتے ہیں:

یہ سب کچھ بلکہ روح، سرخفی اور اخفی کے سارے کمالات حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اتباع کے ساتھ وابستہ ہیں آپکو نبی کریم ﷺ کی اتباع اور خلفاء راشدین کی پیروی کو لازم پکڑنا چاہیے کیونکہ وہ ہدایت کے ستارے اور ولایت کے آفتاب ہیں جس شخص کو ان کے اتباع کا شرف حاصل ہوا فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيماً تو بلاشبہ وہ بڑی کامیابی و کامرانی سے بہرہ یاب ہوا اور جس نے انکی مخالفت کی فَقَدْ ضَلَّ ضَلًّا لَا بَعِيداً وہ بڑی دور کی گمراہی میں پڑا اور ہوا۔^۲

۱۔ مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۶۰ ۲۔ مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۵

۲۔ علماء تصوف کی تصانیف:

تصوف کے موضوع پر بہت لکھا گیا ہے اور اکابر صوفیاء کی جملہ تصانیف کا منبع و سرچشمہ کتاب و سنت ہے اور یہ اکابر علماء صوفیہ علوم شریعت سے مزین تھے اکثر مسلمہ مفسر قرآن، نامور محدث اور مقبول فقیہ اور متبحر عالم تھے اور وہ کتاب و سنت کے دائرہ سے سرمو تجاوز کو صریحاً کفر و بے دینی جانتے تھے۔ سید الطائفہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کا قول حقیقت نفس الامری کا نقیب ہے:

میں نے سب سے پہلے حدیث اور فقہ حاصل کی پھر شیخ المشائخ

حارث المحاسبی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت و خدمت میں رہا اور یہی

میری کامیابی کی وجہ ہے جس شخص نے تصوف سے پہلے قرآن

حفظ نہ کیا ہو اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سند حاصل نہ کی

ہو اسے دوسروں کی راہ نمائی کا کوئی حق نہیں“ ۱

چند اہم اور جامع کتب کا ذکر ضروری ہے کہ طالب حقیقت ان کے مطالعہ سے

جان لے کہ ان کتابوں کا خلاصہ کیا ہے اور جس نے ان کتب کو پڑھا نہ سنا اس کا تصوف

پر تبصرہ اور یہ نتیجہ کہ تصوف غیر اسلامی ہے تو وہ اس اندھے کی طرح ہے جس نے ہاتھی

دیکھے بغیر اس کیلئے کئی رائیں قائم کر لیں اور راہ صواب سے کوسوں دور جا پڑا اور ہدایت

کے بدلے ضلالت کا اور یقین کے بدلے تشکیک کا سودا کر لیا جو سراسر خسارہ ہی خسارہ

ہے، وہ کتب درج ذیل ہیں:

- ۱۔ کتاب الرعاۃ
حضرت ابو عبد اللہ حارث بن اسد المحاسبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۴۳ھ)
 - ۲۔ کتاب الصدق
حضرت ابو سعید احمد بن عیسیٰ الخزاز رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۸۶ھ)
 - ۳۔ رسائل جنید
حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۹۸ھ)
 - ۴۔ کتاب اللمع
حضرت ابو نصر عبد اللہ بن علی السراج رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۷۸ھ)
 - ۵۔ کتاب التعرف
حضرت امام ابو بکر بن ابی اسحاق الکلابازی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۸۵ھ)
- اس کتاب کے بارے میں شیخ شہاب الدین سھروردی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:
- ”لَوْ لَا التَّعْرِفُ لَمَا عَرَفَ التَّصَوُّفُ“
اگر ”تعرف“ نہ ہوتی تو علوم تصوف سے آگاہی نہ ہوتی
- ۶۔ قوت القلوب
حضرت امام ابو طالب محمد بن علیہ مکی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۸۶ھ)
 - ۷۔ طبقات الصوفیہ
حضرت عبد الرحمن السلمی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۴۱۲ھ)

- ۸۔ حلیۃ الاولیاء
محدث شہیر حضرت امام ابو نعیم الاصبہانی رحمۃ اللہ
علیہ (متوفی ۲۳۰ھ)
- ۹۔ رسالہ قشیریہ
حضرت امام ابو القاسم عبد الکریم قشیری رحمۃ اللہ علیہ
(متوفی ۳۶۵ھ)
- ۱۰۔ کشف المحجوب
حضرت ابو الحسن علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ
(متوفی ۳۶۵ھ)
- ۱۱۔ احیاء العلوم /
حُجَّةُ الاسلام امام ابو حامد محمد غزالی رحمۃ
کیمیائے سعادت اللہ علیہ
(متوفی: ۵۲۰ھ)
- ۱۲۔ غنیۃ الطالبین /
غوث اعظم حضرت شیخ المشائخ
فتوح الغیب
سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۵۶۱ھ)
- ۱۳۔ تذکرۃ الاولیاء
حضرت شیخ المشائخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ
(متوفی ۶۲۰ھ)
- ۱۴۔ عوارف المعارف
حضرت شیخ المشائخ عمر بن محمد شہاب الدین
سہروردی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۳۲ھ)
- ۱۵۔ فتوحات مکیہ /
فصوص الحکم
حضرت شیخ اکبر محی الدین بن العربی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ
(متوفی ۶۳۸ھ)

84281

۱۶ فوائد الفواد حضرت مخدوم شیخ المشائخ خواجہ نظام الدین

محبوب الہی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۲۵ھ)

۱۷ الانسان الكامل شیخ عبدالکریم الجلیلی الشافعی القادری رحمۃ اللہ علیہ

(متوفی ۸۱۱ھ)

۱۸ نفحات الانس حضرت ملا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ

(متوفی ۸۹۸ھ)

۱۹ طبقات الکبریٰ امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ (۹۷۳ھ)

۲۰ رسالہ معارف لدنیہ، امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۰۳ھ)

رسالہ تہلیلہ / مکتوبات

۲۱ القول الجمیل امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

/ انفاس العارفين /

(متوفی ۱۱۸۰ھ)

انتباه فی سلاسل اولیاء اللہ

کتاب تصوف کی ایک بہت بڑی تعداد رسائل، ملفوظات اور تذکار پر بھی مبنی ہے۔

راقم الحروف نے طاق عدد کے پیش نظر اکیس کتابوں کا ذکر مع ان کے فاضل مصنفین کے اسماء

گرامی کا جو اس علم میں شہرت کو پہنچیں اور جنہیں مقبول عام ہونے کا شرف ملا صرف تعارف

پیش کیا ہے تاکہ کسی منکر کو حقائق و دقائق معارف و انوار تصوف کے انکار کی گنجائش نہ رہے۔ ان

کتابوں کے لکھنے والوں کے اسماء گرامی سے ہی خوب عیاں ہو جاتا ہے کہ تصوف اسلامی کا انکار

وہی کرے گا جو علمی لحاظ سے یتیم ہے۔ حضرت مولانا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا شعر کیا خوب ہے:

لیس الیتیم الذی قدمات والدہ ان الیتیم یتیم العلم والادب

یتیم وہ نہیں جس کا باپ مر جائے بلکہ یتیم وہ ہے جو علم و ادب سے بے بہرہ ہو۔ ان تمام تصانیف میں منکرین اور معاندین کے سبھی اعتراضات کا جواب بھی مفصل دلائل کے ساتھ موجود ہے مگر جس نے اس گلشن کی سیاحت ہی نہ کی تو مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں اندھا کیا جانے گلشن کی بہار

اب میں پھر اپنے موضوع کی طرف لوٹتا ہوں اور ان کتب کے اندر جو اقوال مشائخ بیان کئے گئے ہیں جو معارف تصوف پر مبنی ہیں ان کا مختصر سا بیان حسب ذیل ہے:

تعریفات تصوف بزبان مشائخ:

(ل) وہ تعریفات جو انتہائی جامع اور دقائق پر مبنی ہیں کچھ یوں ہیں:

۱۔ حضرت ابوالحسین احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

التَّصَوُّفُ تَرْكُ كُلِّ حَظٍّ لِلنَّفْسِ

تصوف نفس کی ہر لذت کو چھوڑ دینا ہے

۲۔ حضرت محمد بن احمد الکبریٰ کا ارشاد ہے:

التَّصَوُّفُ اسْتِقَامَةُ الْأَحْوَالِ مَعَ الْحَقِّ

تصوف یہ ہے کہ تمام حالات ظاہری و باطنی حق تعالیٰ کے ساتھ

والبستہ اور درست ہوں

۳۔ علی بن بندار نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

التَّصَوُّفُ اسْقَاطُ لِرُؤْيَيْهِ لِلْحَقِّ ظَاهِرًا وَبَاطِنًا

تصوف حق کیلئے خود کو دیکھنے کو ظاہر و باطن میں چھوڑ دینا ہے

۴۔ حضرت حضرمی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

التَّصَوُّفُ صَفَاءُ السِّرِّ مِنْ كُدُورَةِ الْمُخَالَفَةِ

تصوف مخالفت کی کدورت (کفر و شرک کی آلودگیوں سے)

باطن کا پاک کرنا ہے

۵۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

”التَّصَوُّفُ نَعْتُ أَقَامِ الْعَبْدِ فِيهِ قِيلَ نَعْتُ لِلْعَبْدِ أَمْ نَعْتُ

الْحَقِّ فَقَالَ نَعْتُ الْحَقِّ حَقِيقَةً وَنَعْتُ الْعَبْدِ رَسْمًا“

تصوف ایک صفت ہے جس میں بندہ قائم ہے کسی نے پوچھا کہ

بندہ کی صفت ہے یا خدا کی آپ نے فرمایا وہ حقیقت میں خدا کی

صفت ہے اور ظاہر (رسم میں) بندہ کی صفت ہے یعنی تصوف

بندہ کی بشری صفت کے فنا ہونے کا تقاضا کرنا ہے“

۶۔ ابو عمر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔

التَّصَوُّفُ رُؤْيَةُ الْكَوْنِ بِعَيْنِ النَّقْصِ بَلْ غَضُّ الطَّرْفِ

عَنِ الْكَوْنِ

تصوف موجودات کو نقص کی نظر سے دیکھنا نہیں بلکہ آنکھ ان سے

بند کر لینا ہے۔

۷۔ ابن جلاء رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔

التَّصَوُّفُ حَقِيقَةٌ لَا رَسْمَ لَهُ

تصوف ایک ایسی حقیقت ہے جس کی ظاہری تعریف کوئی نہیں

۸۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

التَّصَوُّفُ مَبْنِيٌّ عَلَى ثَمَانِ خِصَالٍ السَّخَاءِ وَالرِّضَاءِ
وَالصَّبْرِ وَالْإِشَارَةِ وَالْغُرْبَةِ وَلُبْسِ الصُّوفِ وَالسِّيَاحَةِ
وَالْفَقْرِ

تصوف آٹھ خصلتوں پر مبنی ہے سخا، رضا، صبر، اشارات، غربت
لباس صوف، سیاحت اور فقر اور یہ سب رسولوں کی اقتداء
خصلتوں کا خلاصہ ہے۔

۹۔ حضرت محمد بن علی بن حسین بن علی المرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں:

”التَّصَوُّفُ خُلُقٌ فَمَنْ زَادَ عَلَيْكَ فِي الْخُلُقِ زَادَ عَلَيْكَ“
تصوف خوش خلقی ہے پس جو شخص خوش خلقی میں تجھ سے زیادہ ہے
وہ تصوف میں تجھ سے بڑھ کر ہے

۱۰۔ ارشاد ہے:

”التَّصَوُّفُ حَكَايَةٌ لِلصَّفَاءِ بِلَا شِكَايَةٍ“

بلاشبہ تصوف بدون شکایت صفائے باطنی کی حکایت ہے

(ب) وہ تعریفات جو عام فہم اور واضح ہیں

۱۔ ابو حفص نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

التَّصَوُّفُ كُلُّهُ آدَابٌ وَلِكُلِّ وَقْتٍ آدَابٌ وَلِكُلِّ مَكَانٍ

آدَابٌ وَلِكُلِّ حَالٍ آدَابٌ

تصوف سب کا سب ادب ہے کہ ہر وقت مکان اور حال کے لئے آداب ہیں

۲۔ ابوالحسن احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

لَيْسَ التَّصَوُّفُ رُسُومًا وَلَا عُلُومًا وَلَكِنَّهُ اخْتِلاَقٌ

تصوف رسوم اور علوم کا نام نہیں بلکہ وہ تو اخلاق (حسنہ) ہیں

۳۔ حضرت مرتعش رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

التَّصَوُّفُ حُسْنُ الْخُلُقِ

تصوف اخلاق حسنہ ہے

۴۔ ابوعلی قزوینی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

التَّصَوُّفُ هُوَ أَلَا خُلُقِ الرَّضِيَّةُ

تصوف تو پسندیدہ اخلاق کا نام ہے۔

۵۔ ارشاد ہے:

”مَنْ صَفَاهُ الْحُبُّ فَهُوَ صَافٍ وَمَنْ صَفَاهُ الْحَبِيبُ

فَهُوَ صُوفِيٌّ“

جسے محبت الہی صاف کر دے وہ صاف باطن ہے اور جسے محبوب

حقیقی یعنی حق تعالیٰ صاف کر دے وہ صوفی ہے۔

مذکورہ عبارات واقوال سے واضح ہو گیا کہ تصوف اخلاقِ حسنہ کا نام ہے اور حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی کتابِ کریم میں ارشاد فرمایا ہے:

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۗ

بلاشبہ آپ ﷺ بڑے ہی صاحبِ اخلاق ہیں

اخلاقِ خلق کی جمع ہے قاموس میں ہے خلق کے معنی خصلت و طبع کے ہیں صراح میں خلق کے معنی پسندیدہ خصلتوں اور حسن سلوک کے ہیں اور اگر بفتح (زبر کے ساتھ) پڑھیں تو معنی صورت ظاہری کے ہیں تو آیت کا مفہوم واضح ہے کہ سیرت ہو یا صورت آپ ﷺ کی بڑی ہی بلند شان ہے۔

کمالات میں جو کچھ خزانہ قدرت اور مرتبہ امکان میں متصور ہے وہ سب تمام آپ ﷺ کو حاصل ہیں اور تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام آپ کے آفتابِ کمال کے چاند اور انوارِ جمال کے مظاہر ہیں امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب ترجمانی کی ہے۔

فَإِنَّهُ شَمْسٌ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا ۚ

يُظْهِرُنْ أَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ

بلاشبہ آپ ہی فضلِ ربانی کے مہر درخشاں ہیں اور وہ سب (انبیاء) آپ کے تارے ہیں جن کے انوار تاریکیوں میں لوگوں کے لئے مشغل نور ہوئے، سب بارگاہ

نبوی ﷺ کے خوشہ چین اور آپ کے بحرِ فضل کا ایک قطرہ ہیں۔
آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”بُعِثْتُ لِأَتِمَّ حُسْنَ الْأَخْلَاقِ“ ۱

میں اخلاقِ حسنہ کو مکمل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ بَعَثَنِي لَتَمَامِ مَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ وَكَمَالِ مَحَاسِنِ

الْأَفْعَالِ

بلاشبہ اللہ کریم نے مجھے پسندیدہ اخلاق کی تکمیل اور اچھے افعال کو

درجہ کمال تک پہنچانے کے لئے بھیجا ہے۔ ۲

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے

اخلاق کریمہ کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا:

”كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ“

کہ آپ کا اخلاق قرآن ہے۔ ۳

اور اس کے ظاہری معنی واضح ہیں کہ جو کچھ قرآن کریم میں مکارمِ اخلاق اور صفاتِ محمودہ

بیان کی گئی ہیں آپ ان سب سے متصف ہیں۔

عوارف المعارف میں حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے ”آپ نے

فرمایا کہ آپ کے اخلاق کو عظیم و اعلیٰ اس لئے کہا گیا کہ آپ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ تھے بعض حضرات کا یہ قول بھی ہے کہ آپ نے اپنے اخلاق سے لوگوں کے ساتھ حسن معاشرت کا التزام فرمایا لیکن اپنے دل کے ساتھ ان سے الگ رہے یہی وہ بات ہے جو بعض صوفیہ نے تصوف کی حقیقت اور اس کے معنی میں بیان کی ہے یعنی

”الْخُلُقُ مَعَ الْخُلُقِ وَالصِّدْقُ مَعَ الْحَقِّ“

”مخلوق کے ساتھ حسن اخلاق اور اللہ کے ساتھ خلوص“

ایک قول یہ بھی ہے

”تقویٰ کا لباس پہننا اور اخلاق الہیہ کو اپنانا خلق عظیم ہے“

رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو حسن اخلاق کی دعوت دی ہے چند ارشادات

عالیہ حسب ذیل ہیں۔

۱. اِنَّ مِنْ اَحْبَبِكُمْ اِلَيَّ اَحْسَنُكُمْ اَخْلَاقًا

بے شک میرے نزدیک تم میں سے سب سے بڑھ کر محبوب وہ

ہے جو تم میں سے اچھے اخلاق والا ہے۔ ۱۔

۲. اِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ اَحْسَنُكُمْ اَخْلَاقًا

بلاشبہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو تم سے اچھے اخلاق والا

ہے۔ ۲۔

۳. الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ

نیکی حسنِ اخلاق کا نام ہے!

۴. إِنَّ أَثْقَلَ شَيْءٍ يُوضَعُ فِي مِيزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

خُلُقٌ حَسَنٌ

بے شک قیامت کے روز مومن کی میزان میں جو سب سے

بھاری چیز رکھی جائے گی وہ حسنِ اخلاق ہے۔

۵. أَحْسِنُ خُلُقَكَ لِلنَّاسِ يَا مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ

اے معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) لوگوں سے اچھے اخلاق سے

پیش آنا۔

جب حضور ﷺ کی ذات ستودہ صفاتِ اخلاقِ حسنہ کی رفعتوں پر فائز ہے اور

آپ کی بعثت کا مقصد اخلاقِ عالیہ کی ترویج و تکمیل ہے اور آپ نے حسنِ اخلاق کی

دعوت دی ہے تو جمہورِ مشائخِ متقدمین و متاخرین نے تصوف کو نہ صرف بطور اخلاق

حسنہ مراد لیا ہے بلکہ ان کے نزدیک تصوف ایک مکمل ضابطہ اخلاق ہے جیسا کہ ہم اقوال

مشائخ کے حوالے سے اوپر لکھ آئے ہیں تو تصوف کا سرچشمہ قرآن ہے سیرتِ نبوی ہے

اخلاقِ رسول کی پیروی ہے تو یہ اسلام سے متصادم کیسے ہو گیا اور یہ بات وہی کہے گا جو

احوالِ تصوف سے مکمل بیگانہ ہے اور سلف و خلف کی عباراتِ تصوف سے نابلد ہے۔

۳۔ موطا امام مالک رضی اللہ عنہ

۱۔ مشکوٰۃ (ترمذی) ۲۔ صحیح مسلم

مخدوم ابوالحسن سیدنا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں رقمطراز ہیں:

”تصوف پسندیدہ اخلاق ہیں اور اخلاق حسنہ تین طرح ہیں

۱۔ اللہ کے ساتھ نیک برتاؤ اور یہ ریاکاری کے بغیر احکام کی تکمیل سے حاصل ہوتا ہے۔

۲۔ مخلوق کے ساتھ نیک برتاؤ اور یہ بزرگوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت اور اپنے برابر کے لوگوں سے مساویانہ سلوک اور کسی طمع کے بغیر سب کے ساتھ منصفانہ سلوک سے حاصل ہوتا ہے۔

۳۔ اپنی ذات کے ساتھ نیک برتاؤ اور یہ خواہشِ نفس کی متابعت نہ کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

اور جو شخص اپنے آپ کو ان تین امور میں درست کر لے وہ ہی نیک خلق ہوتا ہے۔

قسم اول پر تبصرہ: (اللہ کے ساتھ نیک برتاؤ)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱. وَمَا أَمْرُو إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ

نہیں حکم دیے گئے مگر یہی کہ اللہ کی عبادت کریں اور خالص اسی کی اطاعت کریں لے

۲. آلاَ اللّٰهَ الدّٰیْنُ الْخَالِصُ

آگاہ رہو کہ اطاعت خالص اللہ ہی کے لئے ہے ۱

۳. لَنَا عَمَالُنَا وَلَكُمْ عَمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ •

ہمارے اعمال ہمارے لئے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہم

تو اسی کے لئے خالص عمل کرتے ہیں۔ ۲

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”اخلاص یہ ہے کہ اپنی اطاعت اور عمل کو خالص اللہ ہی کے لئے کرے اور

اطاعت میں کسی کو اس کا شریک نہ بنائے اور اس کے کسی عمل میں ریا کاری نہ ہو“

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

لوگوں کی خاطر یا لحاظ سے عمل کرنا شرک ہے اور لوگوں کی خاطر

اس کا ترک کرنا ریا ہے اخلاص یہ ہے کہ تمہیں خوف لگا رہے کہ

اللہ ان دونوں باتوں کی سزا دے گا“

حضرت حذیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

”ظاہر و باطن کی یکسانیت کا نام اخلاص ہے“

سہل بن عبد اللہ تسری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”اپنے نیک اعمال کو کم تر اور حقیر سمجھنا اخلاص ہے“

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

”اخلاص اللہ اور اس کے نیک بندے کے درمیان راز ہے جس سے نہ کوئی فرشتہ واقف ہے کہ اسے لکھ سکے اور نہ شیطان کو اس کا علم کہ بندے کو اخلاص سے روک سکے“

اللہ کریم اپنی کتاب مبین میں ارشاد فرماتا ہے:

لَنْ يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَائُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ
مِنْكُمْ۔۱

اللہ کو تمہاری قربانیوں کا گوشت خون نہیں پہنچتا اور ہاں اسے تمہارا خلوص پہنچتا ہے۔

اور ریاکاری کی مذمت میں ارشاد باری ہے:

فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ الَّذِينَ
هُمْ يُرَآؤُونَ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ۲

ہلاکت ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے غافل ہیں جو دکھاوا کرتے ہیں اور معمولی استعمال کی شے سے روک رکھتے ہیں۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱۔ پ ۷۱ سورت الحج ۲۔ پ ۳۰ آل عمران

وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كَسَالَى يُرَآوُونَ النَّاسَ
وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا ۝۱

جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو سستی کے ساتھ کھڑے ہوتے
ہیں محض لوگوں کے دکھانے کے لئے اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر کم۔

شہاد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كَمَا نَعُدُّ الرِّيَاءَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَشِرْكَ الْأَصْغَرِ ۝۲

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مقدس میں ہم ریا کو شرک اصغر جانتے تھے

ابن ماجہ میں مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فَأَنَا مِنْهُ بَرِيءٌ وَهُوَ الَّذِي أَشْرَكَ

میں اس شخص سے بیزار ہوں جس نے کسی کی خاطر عمل کیا (یعنی ریا کاری کی)

اور یہی ہے جس نے شرک کیا

مسند امام احمد رضی اللہ عنہ میں ہے:

مَنْ صَلَّى يَرَأَى فَقَدْ أَشْرَكَ

جس نے دکھلاوے کی نماز پڑھی تو بلاشبہ اس نے شرک کیا

قسم ثانی پر تبصرہ (مخلوق سے نیک برتاؤ)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱- پ ۵- سورة النساء ۲- ابن ابی الدنیا، طبرانی اور حاکم

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ - ۱

بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی کا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرمایا:

انصاف تو یہ ہے کہ آدمی لا الہ الا اللہ کی گواہی دے اور نیکی بفرائض

کا ادا کرنا ہے اور دوسرے کے لئے وہی پسند کرنا جو اپنے لئے

پسند کرتے ہو اور اگر وہ مومن ہو تو اس کے برکات ایمان کی ترقی

تمہیں پسند ہو اور اگر وہ کافر ہو تو تمہیں یہ پسند آئے کہ وہ

تمہارا اسلامی بھائی بن جائے ایک اور قول ہے کہ انصاف توحید

اور نیکی اخلاص ہے ایک قول ہے عدل کا حکم باہم انصاف

ومساوات ہے اقوال و افعال میں دوسری سے بھلائی کرو اور

احسان سے مراد برائی کا بدلہ بھلائی سے دو۔۔ ۲

شاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِحْسِنُ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ - ۳

اور احسان کر جیسا اللہ نے تجھ پر احسان کیا۔

☆ یعنی اللہ کے بندوں کے ساتھ بھلائی کرو۔ ۴

مزید ارشاد کریم ہے:

وَإخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ۱

اور اے حبیب مومنوں سے شفقت فرمائیں

☆ یعنی مومنوں کو اپنے کرم سے نوازئیے۔ ۲

مزید ارشاد ہے:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى ۳

اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو

مزید ارشاد ہے:

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۴

انہوں نے باہم صبر اور آپس میں مہربانی کی وصیتیں کیں

یعنی مومنین ایک دوسرے کے ساتھ شفقت و محبت کا برتاؤ کریں

یہ پانچ آیات مخلوق سے نیک برتاؤ پر مختصراً تحریر کی ہیں وگرنہ اللہ کی کتاب میں اس حوالے سے ذکر کثیر ہے۔

اب پانچ احادیث شریف پیش ہیں جو واضح کریں گی کہ تصوف کے اس شعبہ اخلاق کی بنیاد کس قدر قوی ہے اور اسلام کی معاشرتی تعلیم کا ایک اہم اور سنہری باب ہے:

۱۔ (پ ۴۔ الحجر) ۲۔ (روح المعانی) ۳۔ (پ ۶۔ المائدہ) ۴۔ (پ ۳۰۔ البلد)

۴۔ (پ ۳۰۔ البلد)

۱۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَلَمْ يُوقِرْ كَبِيرَنَا وَيَأْمُرْ
بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔

وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے
بڑوں کا ادب (عزت) نہ کرے اور نیک باتوں کا حکم نہ دے
اور بری باتوں سے نہ روکے۔

۲۔ حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے
ارشاد فرمایا:

أَنْزَلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ۔

لوگوں سے ان کے مرتبے کے مطابق سلوک کرو

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

الْخَلْقُ عِيَالُ اللَّهِ فَاحْبُ الْخَلْقَ إِلَى اللَّهِ مَنْ أَحْسَنَ
إِلَى عِيَالِهِ۔

ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے پس مخلوق میں اللہ کو وہ سب سے زیادہ

محبوب و پسند ہے جو اس کے کنبہ سے اچھا سلوک کرے

۴۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا أَحَبَّ عَبْدٌ عَبْدَ اللَّهِ إِلَّا أَكْرَمَ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ
جس نے محض اللہ کے لئے کسی بندے سے محبت رکھی تو گویا اس
نے اپنے پروردگار کی تکریم کی۔

۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَيْنَ الْمُتَحَابُّونَ

بِجَلَالِي الْيَوْمَ أَظْلُهُمْ فِي ظِلِّي يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّي

بلاشبہ اللہ کریم قیامت کے روز فرمائے گا کہ میرے اجلال کے

باعث باہم محبت کرنے والے کہاں ہیں کہ انہیں اپنے کرم کا

سایہ دوں جبکہ آج میرے کرم کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے وایت کیا ہے

”التَّوَدُّ وَ النَّاسَ نِصْفُ الْعَقْلِ“

لوگوں سے محبت و شفقت اور حسن سلوک عقل کا نصف ہے

☆ اور اس سے واضح ہے کہ یہ حصہ صرف صوفیاء کو ہی ملا ہے اور ان کا چلن یہی ہے

رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

قسم ثالث

اپنی ذات کے ساتھ نیک برتاؤ

صوفیاء کے نزدیک یہ نیک برتاؤ نفس کی مخالفت ہے تو نفس کیا ہے لغت کی رو سے نفس کسی چیز اور اس کی حقیقت اور ذات ہے جبکہ معنی میں لوگ مختلف الاقوال ہیں کسی کے نزدیک روح اور کسی کے نزدیک خون اور کسی کے نزدیک جسم ہے لیکن صوفیاء کے نزدیک نفس منبع شر اور برائی کا راہ نما ہے اور جمہور صوفیاء اس پر متفق ہیں جبکہ ایک طبقہ کا خیال ہے کہ یہ ایک عین چیز ہے جو جسم میں روح کی طرح ودیعت کی گئی ہے اور ایک طبقہ کا خیال ہے کہ یہ زندگی کی طرح جسمانی صفت ہے مگر جمہور اس پر متفق ہیں کہ اخلاق رذیلہ خبیثہ کا اظہار نفس کے ذریعہ ہی ہوتا ہے۔

حضرت مخدوم ابوالحسن علی ہجویری رضی اللہ عنہ نے کشف المحجوب میں کیا خوب تحریر فرمایا:

”نفس کے سبب جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں وہ دو قسم ہیں“

۱۔ گناہ کے کام اور برے افعال

۲۔ اخلاق رذیلہ جیسے تکبر و حسد و بخل و کینہ اور غصہ

ریاضت اور مجاہدہ سے ان برے اوصاف کو دفع کیا جاسکتا ہے گناہ اوصاف ظاہری میں سے ہیں اور برے اخلاق اوصاف باطنی میں سے ہیں، ریاضت افعال ظاہری میں سے ہے اور توبہ اوصاف باطنی میں سے ہے پس جو رذی اوصاف باطن میں پیدا ہوتے ہیں وہ ظاہر کے اچھے اوصاف سے پاک ہو جاتے ہیں اور جب بد افعال ظاہر میں پیدا ہوتے ہیں وہ باطن کے پسندیدہ صفات سے دور ہو جاتے ہیں اور نفس اور روح دونوں

جسم میں اعیان لطیفہ میں سے ہیں یعنی غیر محسوسہ ہیں۔ (اعیان لطیفہ لطائف ستہ میں سے ہیں یعنی نفس، قلب، روح، سر، خفی اور انھی اور یہ سب عالم امر سے متعلق ہے جبکہ دوسرا عالم عالم خلق ہے جو محسوسات عالم ہے اور مادی ہے) جیسا کہ عالم میں شیاطین، ملائکہ، جنت اور جہنم لیکن ان دو میں سے ایک روح محل خیر جبکہ دوسرا نفس محل شر جس طرح محسوسات میں سے آنکھ محل نظر ہے اور کان محل سماعت اور زبان محل ذائقہ ایسے ہی دوسرے اعیان محسوسہ اور اوصاف اور اعراض ہیں جو جسم انسانی میں ودیعت کئے گئے ہیں۔ پس اس نفس کی خواہشات کی مخالفت تمام عبادات کا اصل اور مجاہدات کا کمال ہے اور بندہ سوائے مخالفت نفس کے حق تعالیٰ کی طرف راہ نہیں پاسکتا اس لئے نفس کی موافقت بندہ کی ہلاکت اور اس کی مخالفت بندہ کی نجات کا باعث ہے اللہ کریم نے نفس کی موافقت کی مذمت کی اور مخالفت کا حکم دیا“

چند اقوال

۱۔ ابوعلی رودباری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

آفات کے آنے کی ایک وجہ خواہش نفس کی پیروی ہے

۲۔ حضرت ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

جس شخص کو نفسانی باتیں اچھی لگیں وہ نفس کے عیوب کو نہیں دیکھ سکتا۔ عیب تو وہ دیکھے گا جس کے نزدیک ہر حالتِ نفسِ مشتبہ ہے۔

۳۔ ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

”نفس سراسر ظلمت و تاریکی ہے اور اس کو روشن کرنے والا اخلاص ہے اور اخلاص کا نور توفیق الہی ہے۔“

۴۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

مخلوق میں فساد پیدا کرنے والی چھ باتیں ہیں ان میں ایک خواہشاتِ نفس کی پیروی ہے۔

۵۔ محمد بن فضل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

راحتِ خواہشاتِ نفس سے نجات میں ہے۔ (غنیۃ الطالبین)

۶۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

”أَسَاسُ الْكُفْرِ قِيَامُكَ عَلَى مُرَادِ نَفْسِكَ“

کفر کی بنیاد تیرا نفس کی مراد (خواہش) پر قائم ہونا ہے

۷۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

”النَّفْسُ صِفَةٌ لَا تَسْكُنُ إِلَّا بِالْبَاطِلِ“

نفس ایک ایسی صفت ہے جو صرف باطل سے ہی سکون پاتی ہے

۸۔ حضرت محمد بن علی حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ صاحب لوادرا الاصول فرماتے ہیں:

تُرِيدُ أَنْ تَعْرِفَ الْحَقَّ مَعَ بَقَاءِ نَفْسِكَ فَبِكَ وَ

نَفْسُكَ لَا تَعْرِفُ نَفْسَهَا فَكَيْفَ تَعْرِفُ غَيْرَهَا
تو خدا کو پہچاننا چاہتا ہے جبکہ تیرے اندر تیرا نفس باقی ہے (فنا نہیں ہوا)
اور تیرا نفس خود کو نہیں پہچانتا تو وہ غیر کو کیسے پہچانے گا۔

۹۔ ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

النَّفْسُ خَائِنَةٌ مَّانِعَةٌ وَ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ خِلَافُهَا
نفس امانت میں خیانت کرنے والا اور حق کی متابعت سے روکنے
والا ہے اور افضل ترین عمل نفس کی مخالفت ہے

۱۰۔ حضرت مخدوم ابوالحسن علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أَنَّ النَّفْسَ كَلْبٌ بَاغٍ وَ جِلْدُ الْكَلْبِ لَا يَطْهَرُ إِلَّا بِالِدِّبَاغِ
بلاشبہ نفس ایک سرکش کتا ہے اور کتے کا چمڑا دباغت (رنگنے)
کے بغیر پاک نہیں ہو سکتا۔

احکام کے حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ه
فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۝۲

اور جو اپنے رب کے حضور ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا تو بے شک
جنت ہی (اس کا) ٹھکانا ہے۔

۲. وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ط

(اے داؤد علیہ السلام)۔۔۔ اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے

اللہ کی راہ سے بہکا دے گی۔۔۔

☆ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی فرمایا کہ اپنے نفس

سے عداوت رکھیں کیونکہ میری محبت اس کی عداوت میں ہے

۳. وَمَا أُبْرِي نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَنْ

رَحِمَ رَبِّي

اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا بے شک نفس تو برائی کا بڑا

حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا پروردگار رحم کرے۔۔۔

سیدنا یوسف علیہ السلام کا انکسار اور تواضع ہے مگر نفس کی حقیقت کھول کر بیان

کردی ہے کہ نفس تو امار ہے یعنی امار بروزن فعال ہے بڑا ہی برائی کا حکم دینے والا ہے

۴. وَاتَّبَعْ هَوَاهُ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ط

اور اپنی خواہش کا تابع ہوا تو اس کا حال کتے کی طرح ہے۔۔۔

یہ بلعم باعور اسرائیلی تھا جو جبارین میں سے تھا جو حرص دنیا میں گرفتار ہو گیا جس

کو نصیحت مفید نہ ہوئی اور خواہشات کی پیروی نے اسے برباد کر دیا۔ خَسِرَ الدُّنْيَا

وَالْآخِرَةَ وَهُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ

۵۔ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ
 اور جو برائی پہنچے وہ تیرے اپنے نفس کا کیا ہے یعنی برائیوں کا
 سبب شامت نفس ہے۔ ۱

فرمودات رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے چند ارشادات حسب ذیل ہیں:

۱. عن عبد الله بن عمرو رضى الله عنه أن رسول الله
 صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى
 يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ ۲

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ
 ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن
 نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش اس کے تابع نہ ہو
 جائے۔ جو میں لایا ہوں۔ (کتاب وسنت)

۲۔ ارشاد نبوی ہے:

الْفَاجِرُ مَنْ اتَّبَعَ نَفْسَهُ وَتَمَنَّى عَلَى اللَّهِ
 فاجروہ ہے جو اپنی خواہش کی پیروی کرے اور اللہ سے امید رکھے۔ ۳
 ۳۔ ارشاد رسول اللہ ﷺ ہے:

لَيْسَ الشَّدِيدُ مَنْ غَلَبَ النَّاسَ إِنَّمَا الشَّدِيدُ مَنْ غَلَبَ نَفْسَهُ

۱۔ پ ۵، النساء ۲۔ صحیح مسلم، مشکوٰۃ ۳۔ من جوامع الکلم

بہادر وہ نہیں جو لوگوں پر غالب ہو بلکہ بہادر وہی ہے جو اپنے نفس پر
غالب ہو۔

۴۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لیسَ
الشَّدیدُ بالصُّرْعَةِ إِنَّمَا الشَّدیدُ الَّذِی یَمْلِکُ نَفْسَهُ
عِنْدَ الْغَضَبِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے
ارشاد فرمایا: پہلوان (شجاع) وہ نہیں جو مد مقابل کو پچھاڑ دے بلکہ
پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔ ۲

۵۔ عن سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ قال قال
رسول اللہ ﷺ لا یزال الرُّجُلُ یذُہبُ بِنَفْسِهِ حَتَّى
یُکْتَبُ فِی الْجَبَّارِیْنَ فِیصِیْبُهُ مَا أَصَابَهُمْ۔ ۳

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ دو
عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا آدمی برابر اپنے نفس کی متابعت کرتا
رہتا ہے (یا اس کے ساتھ چلتا رہتا ہے) یہاں تک کہ جبارین
(متکبرین) میں لکھ لیا جاتا ہے اور پھر انہی کے انجام کو پہنچ جاتا ہے

۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

ثَلَاثٌ مُّهِلِكَاتٌ فَهَوَى مُتَّبِعٌ وَشَحٌّ مُطَاعٌ وَاعْجَابُ

الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ وَهِيَ أَشَدُّ هُنَّ

تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں:

۱۔ خواہشات کی پیروی ۲۔ طمع کی پیروی

۳۔ آدمی کا خود پر گھمنڈ کرنا (تکبر کرنا) اور یہ سب سے سخت ترین ہے۔

۷۔ سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی طویل حدیث میں سے ایک ارشاد نبوی یہ ہے:

بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ هَوَى يُضِلُّهُ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ رَغِبَ يُدُلُّهُ

برابندہ ہے وہ جس کو خواہشات نفسانی گمراہ کرے اور برابندہ وہ

ہے وہ جس کو خواہشات ذلیل کر دیں۔

۸۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ

جہنم کو خواہشات کے ساتھ ڈھانپ دیا گیا ہے اور مسلم شریف میں

حُجِبَتْ کی بجائے حُفَّتْ کے الفاظ آئے ہیں ”گھیرا گیا ہے“

۹۔ ارشاد نبوی ہے:

الْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ بِنَفْسِهِ فِي طَاعَةِ اللَّهِ

مجاہد کامل وہ ہے جو اطاعت الہی میں اپنے نفس سے جہاد
کرے۔

۱۰۔ ارشاد نبوی ہے:

حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ

دنیا کی محبت (جو نفس کا سب سے بڑا مطالبہ ہے) ہر برائی کی
جڑ ہے۔ ۲

اخلاق حسنہ کے حوالے سے ہم تینوں اقسام و شعبہ جات پر کتاب و سنت کی روشنی میں
پوری تفصیلی بات کر آئے ہیں اور یہ ہمارے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے بہت کافی ہے
کہ اسلامی تصوف کی بنیاد کتاب الہی اور سنت نبوی ﷺ ہے اور یہ چشمہ وحی الہی سے
جاری و ساری ہوا ہے اور اس کی بنیاد سائنس یا فلسفہ پر ہرگز نہیں جو صرف عقلیت پسند
ہے مذہب کی بنیاد وحی الہی ہے جس میں عقل کو کوئی دخل نہیں اور اللہ کی کتاب کی دعوت
اس تناظر میں حسب ذیل ہے۔

۱۔ تعلق باللہ (یعنی کیا اللہ سے رابطہ و تعلق ممکن ہے اور کیونکر؟)

۲۔ ایمان باللہ مع محبت الہی ۳۔ اللہ و رسول کی اطاعت

قسم اول: (تعلق باللہ)

ذات باری سے تعلق کے بارے میں خود فرمان الہی ہے:

۱. ”وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ“۔

اور نہیں پیدا کیا میں نے جنوں اور انسانوں کو مگر اس لئے کہ میری بندگی کریں

حضرات مفسرین رضی اللہ عنہم کے نزدیک اِلَّا لِيَعْبُدُونِ کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے اَيُّ لِيُطِيعُونَ یعنی ہماری اطاعت کریں جبکہ ایک قول یہ بھی ہے اَيُّ لِيَعْرِفُونَ یعنی ہماری معرفت حاصل کریں اور معرفت نام ہے عرفان کا پہچان کا اور تعلق و رابطہ کا: ایک اور جگہ ارشاد ہے:

۲. ”فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا

وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا“۔

تو جو کوئی اپنے پروردگار کی ملاقات کی آرزو رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ نیک اعمال بجالائے اور اپنے پروردگار کی بندگی (عبادت) میں کسی کو شریک نہ کرے۔

یہ آیت تعلق باللہ اور لقائے الہی کو ثابت کر رہی ہے کہ یہ بالکل ممکن ہے اور اس

کے حصول کا ذریعہ اعمال صالحہ اور خالص اسی کی بندگی ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

۳۔ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا“۔

”اور وہ لوگ جو ہم تک رسائی کے لئے کوشش کرتے ہیں ہم بالضرور

انہیں ہدایت دیں گے اپنی راہوں کی“

☆ یعنی لقائے الہی کے لئے مجاہدہ سے بعون الہی راہیں کھل جائیں گی

۴۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے:

أَجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۱

دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے

☆ دعا عرض حاجت ہے اور اجابت یہ ہے کہ پروردگار اپنے بندے کی دعا پر فرماتا

ہے لَبَّيْكَ عَبْدِي میرے بندے میں موجود ہوں

۵۔ مزید ارشاد ہے:

أُدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۲

مجھے پکارو میں تمہیں جواب دوں گا

یہ پانچوں آیات تعلق باللہ کو ثابت کر رہی ہیں اور یہ تصوف اسلامی کے حوالے

سے صوفیاء کا بنیادی مقصود ہے اب کچھ وہ آیات نظر قارئین ہیں جن میں (۱) معیت الہی

(۲) قرب الہی (۳) رؤیت الہی کا ذکر ہے جو لقائے الہی اور تعلق باللہ کو مزید واضح

کردے گا:

۱۔ معیت الہی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ ۗ

اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں ہو۔

یعنی وہ علم و قدرت کے ساتھ عموماً اور فضل و رحمت کے ساتھ خصوصاً تمہارے

ساتھ ہے۔

۲. لَا تَحْزَنُ إِنْ اللَّهُ مَعَنَا ۚ

جب آپ ﷺ اپنے دوست (حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

سے فرماتے تھے: ”غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے“

۳. إِنْ اللَّهُ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ

بے شک اللہ تعالیٰ بالضرور نیکوں کے ساتھ ہے

☆ یعنی ان کی مدد اور نصرت فرماتا ہے

۴. إِنْ اللَّهُ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ ۗ

بے شک اللہ ان کے ساتھ ہے جو ڈرتے ہیں اور نیکیاں کرتے ہیں

۵. قَالَ لَا تَخَافَا إِنِّي مَعَكُمْ أَسْمَعُ وَأَرَىٰ

اللہ نے (حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام سے) فرمایا تم

دونوں ڈرو نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا اور دیکھتا ہوں

۱۔ پ ۲۷۔ الحدید ۲۔ پ ۱۰۔ التوبہ ۳۔ پ ۱۴۔ النحل

۲-قرب:

ارشاد باری ہے:

۱. وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ

اور اے حبیب مکرم ﷺ جب آپ سے میرے بندے میرا

پوچھیں تو میں قریب ہوں

یعنی اللہ کے بندوں کو بتاؤ کہ اللہ مکان سے پاک ہے جو چیز کسی سے مکانی
 قرب رکھتی ہو وہ اس کے دور والے سے ضرور بُعد رکھتی ہے اور اللہ سب بندوں سے
 قریب ہے مکانی کی یہ شان نہیں منازل قرب میں رسائی بندہ کو اپنی غفلت دور کرنے
 سے میسر آتی ہے۔

دوست نزدیک تر از من یمین است ویں عجب تر کہ من ازوے دورم
 ۲-ارشاد باری ہے:

إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ۱

بے شک میرا رب قریب ہے دعا سننے والا

۳. وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۲

اور ہم دل کی رگ سے بھی اس سے زیادہ نزدیک ہیں

۴. وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ ۳

اور ہم اس سے زیادہ قریب ہیں تم سے مگر تمہیں نگاہ نہیں

۵. إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ۱

بے شک اللہ کی رحمت نیکوں کے قریب ہے

۳۔ رویت الہی:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱. وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۲

اور خود تم میں (نشانیوں میں) تو کیا تم دیکھتے نہیں

۲. قَالَ رَبِّ ارْنِيْ اَنْظُرْ اِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرَانِيْ وَلٰكِنْ

اَنْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنْ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِيْ ۳

(حضرت موسیٰ علیہ السلام) نے عرض کی اے میرے پروردگار

مجھے اپنا دیدار کرا کہ میں تجھے دیکھوں فرمایا تو مجھے ہرگز نہ دیکھ

سکے گا ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھ یہ اگر اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو

عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا۔

تفسیر خازن میں ہے کہ کلام ربانی کی لذت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو

دیدار کا آرزو مند بنایا تو حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ

سکتا کیونکہ آنکھ سے کوئی بشر دنیا میں مجھے دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا مگر اللہ کریم نے یہ

نہیں فرمایا کہ میرا دیکھنا ممکن نہیں اور اثبات رویت باری سے اس سے بخوبی واضح ہے اگرچہ دنیا میں اس کا وقوع نہ ہو دوسرے اللہ نے فرمایا پہاڑ دیکھو اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو تو جلد مجھے دیکھ لے گا۔ یہ ارشاد ہی رویت کے ممکن ہونے پر *فِي نَفْسِهِ دَلِيلٌ* ہے اس لئے کہ پہاڑ کا برقرار رہنا امر ممکن ہے محال نہیں کیونکہ اللہ نے فرمایا *جَعَلَهُ دُكَّاءً* سے پاش پاش کر دیا تو جو چیز مجبول ہو اور جس کو وہ موجود فرمائے ممکن ہے اور جو چیز امر ممکن (*فَسَوْفَ تَرَانِي*) پر معلق کی جائے وہ بھی ممکن ہوتی ہے ہرگز محال نہیں ہوتی لہذا ان لوگوں کا قول باطل ہے جو دیدار الہی کو محال کہتے ہیں مزید یہ کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ نبی مرسل اولو العزم رسول اور کامل عارف باللہ ہیں اگر ان کے نزدیک یا ویسے ہی دیدار ایسے ممکن نہ ہوتا تو آپ دیدار کا سوال ہرگز نہ کرتے آپ کا سوال کرنا ہی ممکن ہونے کی قوی دلیل ہے جس کا انکار محال ہے رہا یہ اعتراض کہ ارشاد باری ہے *لَا تُدْرِكُهُ الْبَصَارُ* آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کرتیں تو ادراک کے معنی ہیں مرنی کے جوانب و حدود پر واقف ہونا اور اسی کو احاطہ کہتے ہیں جبکہ ذات باری حدود و جہات سے پاک ہے۔ ادراک کی یہی تفسیر حضرت سعید ابن مسیب اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور منکرین ادراک و رویت میں فرق نہیں کرتے جبکہ رویت اشیاء و موجودات بغیر کیفیت و جہت کے نہیں ہو سکتی اور آخرت میں تو مومنین کے لئے دیدار الہی اس آیت سے واضح اور روشن ہے

وَوُجُوهُ يَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاطِرَةٌ۔

”اس دن تروتازہ چہرے اپنے پروردگار کو دیکھتے ہوں گے“

رہی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا جس میں نفی ہے تو جاننا چاہئے نفی مثبت پر مقدم نہیں ہوتی کہ نافی نے سنا نہیں یا اسے خبر نہ پہنچی جبکہ حدیث عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما مثبت ہے اور آیت، مذکورہ سے ام المومنین رضی اللہ عنہا کا اپنا استنباط ہے وہ حضور اکرم ﷺ سے نقل نہیں فرماتی ہیں امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ بھی حدیث مثبت کے شد و مد سے قائل ہیں

قَدْ جَاءَكُمْ بِصَائِرٍ مِّن رَّبِّكُمْ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ

عَمِيَ فَعَلَيْهَا وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ ۗ۱

تمہارے پاس آنکھیں کھولنے والی دلیلیں آئیں تمہارے پروردگار کی طرف سے تو جس نے دیکھا تو اپنے بھلے کو اور جو اندھا ہوا اپنے برے کو اور میں تم پر نگہبان نہیں۔

بصیرت نفس کی بینائی اور بصر جسمانی آنکھ کی بینائی ہے یعنی جو دلیل سے کام لے گا حق کو دیکھے گا اور اس پر ایمان لائے گا دیکھنے والے کا اپنا فائدہ اور اندھے کے لئے اپنا ہی نقصان ہے۔ البصر کے مقابل عمی کا لفظ توجہ طلب ہے۔

وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَى فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَى

وَأَضَلُّ سَبِيلًا ۗ۲

اور جو اس زندگی میں اندھا ہو، وہ آخرت میں اندھا ہے، اور اور

بھی زیادہ گمراہ

یعنی جو شخص اس دنیا میں دلائل توحید و حق کو دیکھنے سے نابینا ہے تو وہ آخرت میں زیادہ اندھا ہے اور ایک قول ہے کہ اعمیٰ سے مراد یہاں عقل کا اندھا ہے

فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ يَمُوسَىٰ إِنِّي أَنَا رَبُّكَ

پھر جب آگ کے پاس آیا ندا فرمائی گئی اے موسیٰ (علیہ السلام)

بے شک میں تیرا پروردگار ہوں

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک درخت کو سرسبز و شاداب دیکھا جو مکمل روشن تھا جتنا قریب ہوتے وہ دور ہوتا اور جب رک جاتے وہ قریب ہوتا اس وقت ذات حق نے ندا فرمائی کہ میں تیرا پروردگار ہوں یہ ندا حضرت نے ہر جزو بدن سے سنی اور استماع کلام میں سارا جسم اطہر کان بن گیا جمہور مفسرین کے نزدیک وہ آگ نہیں نور رب تھا ابن حبیر اور عکرمہ رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ آگ ہی تھی کہ آگ ہی وجہ ذات کریم کے لئے حجاب ہے جیسا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کا حجاب آگ ہے اگر اسے کھول دے تو اس کی تجلی جمال سے تمام مخلوق جل جائے جو اس کی حدنگاہ تک ہو (بغوی) جبکہ صحیح مسلم میں نار کی جگہ اس حدیث میں نور کا لفظ آیا ہے کہ اس کا حجاب نور ہے۔

اس جگہ حدیث جبریل (علیہ السلام) کے ایک جزو ”احسان“ کا ذکر بڑا ہی بر محل

ہوگا کہ جب آپ ﷺ سے عرض کیا کہ احسان کیا ہے تو ارشاد فرمایا:

أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ

يَرَاكَ۔

کہ تورب کی بندگی یوں کر گویا کہ تو اللہ کو دیکھ رہا ہے پھر اگر تو

اسے نہیں دیکھ رہا تو بے شک وہ تجھے دیکھ رہا ہے (جیسا کہ روزہ

کی حالت میں ہوتا ہے)

ان آیات اور احادیث کے حوالے سے ہم نے مختصراً تعلق باللہ اور لقائے الہی

کی آرزو کی جو صوفیاء کا بنیادی نظریہ ہے بخوبی وضاحت کر دی ہے اور مضافاً فیصلہ

قارئین پر ہے۔

اب دوسرے امر ایمان باللہ اور محبت الہی پر کچھ تفصیل حسب ذیل ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ

الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ ۚ

اے ایمان والو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور کتاب پر

جو اس نے اپنے رسول پر اتاری۔

۲۔ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَالنُّوْرِ الَّذِيْ اَنْزَلْنَا ۚ

تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول اور اس نور پر جو ہم نے اتارا۔

اللہ پر ایمان لانا یہ ہے اس طرح کہ اعتقاد و تصدیق کرے کہ اللہ واحد احد ہے اس کا کوئی شریک و نظیر نہیں اس کے تمام اسماءِ حُسنیٰ اور صفاتِ علیا پر ایمان لائے اور یقین کرے اور مانے کہ وہ علیم ہے اور ہر شے پر قدرت رکھتا ہے اور اس کے علم و قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۳. شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ۔

اللہ نے (خود) گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں

۴. وَاللَّهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ۔

اور تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی

بڑی رحمت والا مہربان

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ۔

اللہ ہے جس کے سوا کسی کی پوجا نہیں خود زندہ اوروں کا قائم

رکھنے والا۔

۵. قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا اَوْلَادًا لِلّٰهِ اِنَّ السَّمٰوٰتِیْنَ وَالْاَرْضَ وَکُلَّ شَیْءٍ فِیْہَا یَخۡشَوْنَ اللّٰهَ یَوۡمَ الدِّیۡنِ ۗ وَہُوَ السَّمِیۡعُ الْعَلِیۡمُ ۗ

تم فرماؤ! وہ اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے نہ اس کی کوئی اولاد اور

نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس کا کوئی ہم سر

۶. لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ -۱

اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے یہی حکم ہوا ہے۔

يُنَى لَا تُشْرِكُ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ

اے میرے بیٹے اللہ کا کسی کو شریک نہ کرنا بے شک شرک بڑا ظلم ہے

۷. قُلِ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ لُقَهَّارٌ -۲

تم فرماؤ اللہ ہر چیز کا بنانے والا ہے اور وہ اکیلا سب پر غالب ہے۔

۸. لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ -۳

اس جیسا کوئی نہیں اور وہی سنتا دیکھتا ہے۔

۹. يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ لَهُ

الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ -۴

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں

ہے اسی کا ملک ہے۔ اور اسی کی تعریف اور وہ ہر شے پر قادر ہے

۱۰. هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ

الْقَلُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيَّمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ

سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ

الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

”وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہر نہاں و عیاں کا

جاننے والا وہی ہے بڑا مہربان رحمت والا وہی اللہ جس کے سوا

کوئی معبود نہیں بادشاہ نہایت پاک سلامتی دینے والا امان بخشنے

والا حفاظت فرمانے والا عزت والا عظمت والا تکبر والا اللہ کو پاکی

ہے ان کے شرک سے وہی ہے اللہ بنانے والا پیدا کرنے والا ہر

ایک کو صورت دینے والا اس کے ہیں سب اچھے نام اس کی

پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی عزت

و حکمت والا ہے۔

تصوف ایمان باللہ کا نام ہے اور اس کی اساس محبت الہی ہے اور محبت ہی وہ

قرینہ ہے جو لقائے الہی اور تعلق باللہ کے حصول کا زینہ ہے اور تصوف ہی اس امر کا

نقیب ہے کہ تمہارا محبوب وہ ذات ہو جو تمہاری محبتوں کو محبت سے جواب دے اور وہ باقی

ہو غیر فانی ہو اور جمیل و لامتناہی ہو اور اس کی محبت سے دل ماسوا سے خالی ہو وہی مطلوب ہو

تو وہی مقصود ہو اور اسی کو وحدہ لا شریک جانے اور اسی کی رضا کا طالب اور اسی کی ناراضگی

سے خائف ہو اور ہر وہ بات چھوڑ دے جو محبوب کے نزدیک مکروہ ہے ناپسندیدہ ہے

معبود ہو تو بس وہی، معیت درکار ہو تو اسی کی، قرب چاہئے تو اسی کا اور رویت کی خواہش ہو تو اسی کی آرزو ہو تو بس اسی کی۔

تو مباحش اصلاً کمال این است و بس
تو دروگم شو وصال این است و بس
قرآن حکیم میں محبت الہی کے حوالے سے ارشاد ہے:

۱. وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ ۚ

اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں ہے۔

۲. فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ ۚ

تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور

اللہ ان کا پیارا۔

حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ لوگ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب ہیں امام بخاری رضی اللہ عنہ نے صحیح میں روایت کیا کہ یہ لوگ اہل یمن ہیں جبکہ سدی رضی اللہ عنہ کا قول ہے انصار مدینہ ہیں۔

۳. قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ

وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ نَقَرْتُمْوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا

وَمَسْكِنٌ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ

وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ

بَا مِرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۱

محبوب فرماؤ! اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے
بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور
وہ کاروبار جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہاری پسند کے
مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے
سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم
لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

مفہوم یہ ہے کہ دین کو محفوظ رکھنے کے لئے دنیا کی مشقت اور سختی برداشت کرنا
مسلمانوں پر لازمی ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت و اطاعت کے مقابل دنیوی
تعلقات کی کوئی حیثیت نہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا ان سب امور سے بڑھ
کر ہونا ایمان اور محبت الہی کی دلیل ہے صوفیاء کے نزدیک آیت میں مذکور تمام اشیاء کی
محبت دل سے مکمل طور پر خارج ہے ماسوا کو ترک کر کے محبت الہی کا اختیار کرنا ہی صوفیاء کا
پیغام ہے۔

ہم پیچھے اکیس کتب تصوف کا ذکر کر آئے ہیں ان سب کتابوں میں ایمان با
اللہ اور محبت الہی کے حوالے سے صوفیاء کا عقیدہ حسب ذیل ہے۔

اللہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں نہ ذات و صفات میں نہ افعال و احکام

واسماء میں وہ واجب بالذات ہے وہ قدیم ہے ازلی ہے اور ابدی ہے ذات باری کا ادراک عقلاً محال ہے وہ برتر از گمان و وہم و خیال و عقل ہے اور افعال کے توسط سے صفات الہی پر اور پھر صفات کے ذریعہ معرفت ذات حاصل ہوتی ہے، وہ بیوی، بیٹے بیٹی، کنبہ خاندان، ہمسر و برابر سے پاک ہے وہ صورت شکل سے پاک ہے وہ جسم و جسمانیت یا کسی جسم میں حلول کرنے سے پاک ہے وہ ضد سے ند سے مقابل سے مماثل سے پاک ہے وہ شبہ سے شبہت سے پاک ہے وہ رنگ سے کیف سے جہت و جہات سے پاک ہے۔ اس کی صفات نہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات بلکہ نفس ذات کا مقتضی ہیں اور عین ذات کو لازم ہیں اس کی ذات و صفات کے سوا سب حادث ہے اور وہ حدوث سے پاک باقی ہے اور سب فانی، و ہر خوبی و کمال کا جامع اور جملہ عیوب و نقصانات سے پاک ہے جو چیز محال ہے وہ اس سے پاک حیات، علم، سمع و بصر، ارادہ، قدرت اور کلام وغیرہ اس کی صفات ذاتیہ ہیں مگر وہ اجسام سے پاک ہے وہ بالذات علیم ہے اور اس کا علم لامتناہی اور وہ اپنے علم و قدرت سے ساری کائنات کو محیط ہے حیات دنیوی میں اس کا دیدار نبی اکرم ﷺ کے لئے خاص ہے جبکہ مومنوں کے لئے آخرت میں ممکن بلکہ واقع ہوگا اس دنیا میں دیدار الہی ممکن ہے اگرچہ اس کا وقوع نہو البتہ قلبی دیدار یا خواب میں ممکن ہے وہ کرتا ہے جو چاہتا ہے عزت ذلت ہدایت اسی کے دست قدرت میں ہے وہ عادل ہے ظلم سے پاک ہے وہ کسی کا محتاج نہیں باقی سب اسی کے محتاج ہیں اس پر کوئی بات واجب نہیں مگر جب وعدہ فرمائے تو پورا فرماتا ہے وہ ایمان پر راضی اور کفر پر ناراض وہ حکیم ہے اور اس کی حکمتیں لامتناہی۔

شریعت ہو یا طریقت معبود وہی ہے محبوب وہی مقصود وہی ہے۔ اب ہم چند چیدہ چیدہ اقوال صوفیاء نقل کرتے ہیں جو مذکورہ بالا عقائد کو واضح کر دیں گے اور منکرین تصوف پر روشن ہو جائے گا کہ تصوف دین کی روح ہے اور اس کا اساسی ڈھانچہ توحید عظمت الہی اور معرفت و محبت الہی پر قائم ہے اور ان کی کوئی بات بھی دین سے متصادم نہیں بلکہ کتاب و سنت کی وضاحت و صراحت ہے۔

۱۔ حضرت حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

محبت الہی کی ایک غرض حصول جنت ہے جبکہ ایک محبت وہ ہے جو اللہ سے محض اللہ ہی کے لئے ہے صوفیاء کا مقصود یہی ذاتی اغراض سے پاک خالص محبت الہی ہے۔ اللہ کے احکام کی اطاعت اس کی رضا کے حصول کے لئے صرف اخلاص سے ہی ہو سکتی ہے۔

۲۔ حضرت خزاز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”نجات اخروی کے طلبگار کیلئے بنیادی اصول یہی ہے کہ وہ اللہ کی بندگی اخلاص سے کرے“۔

۳۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

(ل) التَّوْحِيدُ إِفْرَادُ الْقَدِيمِ عَنِ الْمُحَدَّثِ

توحید یہ ہے کہ قدیم کو محدث سے جدا کر دیا جائے یعنی ماسوا سے قطع نظر کر کے ذات ازلی کو مقصود بنائے۔ درحقیقت اللہ کی ذات و صفات کے علاوہ کوئی شے موجود نہیں اور جو کچھ نظر آتا ہے وہ سب فانی، حادث اور بے ثبات ناقابل التفات ہے۔ وہی فاعل حقیقی ہے۔

(ب) کہ عوام کی توحید یہ ہے کہ وہ اللہ کو ایک جانتے ہیں اس کے سوا کسی کو الہ نہیں مانتے اور نہ ہی کسی کو اس کا شریک، ہمسر، مد مقابل یا مماثل قرار دیتے ہیں۔ اور علماء کی توحید یہ ہے کہ وہ یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ نفع و نقصان کا مالک اللہ ہے اور عرفاء کی توحید یہ ہے کہ ان سب عقائد کے علاوہ احکام الہی کی متابعت اس طرح کرنا کہ گویا ہمیں اللہ دیکھ رہا ہے اور ہم اس کے حضور حاضر ہیں۔

(ج) جو شخص یہ کہے کہ میں اور خدا متحد ہو گئے اور خدا میرے جسم میں حلول کر گیا وہ کافر ہے اور یہ دونوں عقیدے الحاد ہیں زندقہ ہیں۔

جو عرفاء کامل ہیں وہ اپنے قصور فہم کے مقرر ہیں انہیں معلوم ہے کہ اللہ اور بندے میں بتائیں کی نسبت ہے یعنی اللہ خالق بندہ مخلوق، اللہ قدیم، ازلی اور ابدی ہے جبکہ بندہ حادث و ہالک اور فانی ہے اللہ حق ہے، بندہ محض نمود، اللہ قادر مطلق، عالم الغیب

جبکہ بندہ جاہل و عاجز ہے ہمارے علم کا پہلا درجہ یہی ہے کہ ہم اس کی احدیت کا اقرار کریں اور انتہائی درجہ یہ ہے ہم اتنے متقی اور ظاہراً باطناً پاکیزہ ہو جائیں کہ ہر شے میں اسی کے جلوے دیکھیں اور اس کی ثناء میں مشغول اسے (اللہ کو) اپنی جان سے بڑھ کر محبوب رکھیں۔!

شرط عبادت معرفت الہی ہے اور اصل معرفت یہ ہے کہ تم صدق دل سے مانو کہ وہ (اللہ) وحدہ لا شریک ہے اور مقتضائے احدیت یہ ہے کہ تم اس کے بارے میں سوالات وہ کیا ہے۔ کہاں ہے، کب سے ہے کیونکر ہے، ان سب کے جوابات کی نفی کر کے کہو اَمَنْتُ بِاللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

شیخ ابو بکر کلابازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

صوفیاء کا اس پر اجماع ہے کہ:

اللہ واحد (ایک) ہے، احد ہے، فرد ہے، صمد، قدیم، عالم اور قادر ہے۔ حی و قیوم ہے، سمیع و بصیر ہے عزیز و عظیم، جلیل و کبیر، جواد اور رؤف ہے، جبار اور متکبر ہے، اول ہے، باقی ہے، الہ ہے، مالک اور رب ہے، رحمن و رحیم ہے، متکلم، حکیم، اور مرید ہے، رزاق و خالق ہے اور ان تمام صفات سے موصوف اور ان تمام اسماء سے موسوم ہے جیسا کہ اس نے خود کو متصف و موسوم فرمایا

وہ ازل سے اپنی صفات اور اسماء کے ساتھ موجود ہے اور وہ کسی اعتبار سے بھی اپنی مخلوق سے مماثل و مشابہ نہیں اس کی ذات و صفات، ذوات و صفات مخلوق سے مشابہ نہیں وہ حدوث سے پاک اور ہمیشہ سے مخلوقات پر سابق، متقدم اور ہر شے سے قبل موجود ہے۔ وہی قدیم ہے اور اس کے سوا کوئی شے قدیم نہیں اور نہ اس کے سوا کوئی معبود ہے وہ نہ جسم ہے نہ شکل، نہ صورت ہے نہ شخص، نہ جوہر، نہ عرض، نہ متحرک، نہ ساکن، نہ کم نہ زیادہ، اس کے لئے نہ اجتماع نہ فراق نہ اس کے حصص نہ اجزاء نہ جوارح، نہ اعضاء نہ وہ کسی جہت میں ہے نہ کسی مکان میں نہ اس پر آفات جاری نہ نیند اس پر غالب نہ کسی مکان میں حلول نہ مکان اس میں حلول کر سکتا ہے افکار اس کا احاطہ اور نہ حجابات اسے پوشیدہ کر سکتے ہیں اور نہ آنکھیں اسے دیکھ سکیں۔ ۱

صوفیاء کا اس پر بھی اتفاق ہے

”اللہ کیلئے صفات ہیں اور وہ ان سے موصوف ہے
جیسے علم قدرت، قوت، عزت، حلم، حکمت و جبروت، قدم، حیات
ارادہ، مشیت اور کلام اور یہ صفات نہ تو اجسام ہیں نہ اعراض

۱۔ التعرف باب پنجم فی توحید

نہ جواہر ہیں صفات نہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات نہ ایک

دوسرے کے ساتھ متغائر یا متمائل۔“ ۱

حضرت ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

انسان کے ایمان اور حسن اسلام کی علامت یہ ہے کہ وہ اللہ سے

محبت کرتا ہے اور نیکی سے محبت کرتا ہے اور محبت الہی مقامات

یقین میں سے سب سے بلند ہے۔ ۲

مخدوم ابوالحسن سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اس کا ذات و صفات میں کوئی

ثانی نہیں اور نہ افعال میں کوئی مثل و شریک ہے، اس کی

وحدانیت عددی نہیں، اس کا مکان نہیں اور نہ وہ مکان کے اندر

ہے، نہ عرض نہ جوہر وہ طبعی بھی نہیں کہ حرکت و سکون کا مبداء ہو وہ

روح بھی نہیں کہ فنا کا محتاج ہو جسم بھی نہیں کہ اجزاء سے مرکب

ہو، وہ تمام نقائص سے بری تمام خرابیوں سے پاک اور سب عیوب

سے برتر وہ ہمیشہ اپنی صفات کے ساتھ قدیم ہے تمام معاملات اس

کے علم سے باہر نہیں اور موجودات کو اس کے ارادہ سے گریز

نہیں جو چاہتا ہے کرتا ہے اور وہ جو چاہتا ہے ازل سے جانتا

ہے اس کی ذات و صفات پر تغیر روا نہیں وہ حی و علیم، رؤف و رحیم
مرید و قدیر ہے سمیع و بصیر ہے اس کے لئے تشبیہ اور جہت نہیں
نہ مقابلہ اور مواجہہ اس کی ہستی پر ممکن“۔

مزید فرماتے ہیں:

جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت بندہ کے لئے اور بندہ کی خدا کے
لئے درست ہے اور کتاب و سنت اس پر ناطق و شاہد ہیں۔ اور
ساری امت اس پر متفق ہے اور اللہ کریم ایسے اوصاف سے
متصف ہے کہ اولیاء اللہ اس کو دوست رکھتے ہیں اور وہ بھی ان کو
دوست رکھتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللَّهِ أَحَبَّ اللَّهُ لِقَائَهُ

جو اللہ سے ملاقات کی محبت رکھتا ہے تو اللہ بھی اس کی ملاقات کو
محبوب رکھتا ہے

شیخ سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الْمُحَبَّةُ مُعَانِقَةُ الطَّاعَاتِ وَمُبَايِنَةُ الْمُخَالَفَاتِ

محبت یہ ہے کہ تو محبوب کی طاعتوں سے بغل گیر ہو اور اس کی

۱۔ کشف المحجوب باب ۱۶، پہلی فصل

مخالفت سے علیحدہ ہو کیونکہ جب محبت دل میں قوی ہو جاتی ہے تو

دوست کا فرمان بجالانا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔

قسم ثالث: (اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت)

چنانچہ ارشاد باری ہے:

۱. قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا

يُحِبُّ الْكَافِرِينَ۔

تم فرما دو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ

کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

صوفیاء کے نزدیک لقاء الہی اور تعلق باللہ مقصود ہے اور یہ مقصود ایمان باللہ کے

بغیر ممکن ہی نہیں اور ایمان باللہ کی تکمیل خالص محبت الہی کے بغیر متصور نہیں اور محبت الہی

اس کی اطاعت اور اس کے رسول کی اتباع کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

یعنی یہی اللہ کی محبت کی نشانی ہے اور اللہ کی اطاعت بغیر اطاعت رسول نہیں ہو

سکتی حدیث صحیح میں ہے جس نے میری (رسول اللہ) نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی

کی۔

۲۔ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔

اور اللہ و رسول کے فرماں بردار رہو اس امید پر کہ تم رحم کیے جاؤ۔

یعنی رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اطاعت الہی ہے اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اللہ کا فرماں بردار نہیں ہو سکتا۔

۳۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

أُولَىٰ الْأَمْرِ مِنْكُمْ۔۱

اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔

۴۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ۔۲

اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

یعنی جبکہ رسول کا بھیجنا ہی اس لئے ہے کہ وہ مطاع بنائے جائیں اور ان کی

اطاعت فرض ہو تو جو ان کے حکم سے راضی نہ ہو تو گویا اس نے رسول کو نہ مانا۔

۵۔ مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ

عَلَيْهِمْ حَفِيظًا۔۳

جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس

نے منہ پھیرا تو ہم نے تمہیں ان کے بچانے کو نہیں بھیجا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی تو اس نے اللہ کی اطاعت

کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی۔

۶۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنَّهُ
وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ۔۱

اے مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور سن سنا کر اس سے نہ پھرو
۷۔ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ
مَا حَمَلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِلْتُمْ وَإِنْ تَطِيعُوا تَهْتَدُوا۔۲
آپ فرماؤ! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی پھر اگر تم منہ
پھیرو تو رسول کے ذمہ وہی ہے جو اس پر لازم کیا گیا اور تم پر وہ ہے
جس کا بوجھ تم پر رکھا گیا اور اگر رسول کی اطاعت کرو گے راہ پا لو گے
۸۔ وَمَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا۔۳

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو بلاشبہ اس نے بڑی
کامیابی پائی۔

۹۔ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا عَلَى
رَسُولِنَا الْمُبِينُ۔۴

اور اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول کی پھر اگر تم منہ پھیرو تو جان لو
کہ ہمارے رسول پر صرف پہنچا دینا ہے۔

۱۔ پ ۹۔ الانفال ۲۔ پ ۱۸۔ النور ۳۔ پ ۲۲۔ الاحزاب ۴۔ پ ۲۸۔ التغابن

ان آیات سے واضح ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور فرماں برداری ہی قرب و محبت الہی کا ذریعہ ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت دو الگ الگ چیزیں نہیں بلکہ ایک ہی بات ہے اور اللہ نے دو ٹوک فرمادیا ہے کہ جس نے رسول کی پیروی کی تو گویا اس نے اللہ کی پیروی کی جس قدر کوئی اطاعت رسول میں زیادہ ہوگا اسی قدر وہ قرب الہی میں زیادہ ہوگا۔ اور مدار شریعت اتباع و طاعت رسول ہے ارشاد باری ہے۔

وَمَا تَكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

اور جس بات کا تمہیں رسول حکم دیں بخولی پکڑ لو اور جس سے روک

دیں باز ہو

یہ آیت مبارکہ حجیت و اہمیت حدیث نبوی پر نص صریح ہے اور اس سے واضح ہے کہ آپ ﷺ کی اطاعت ہر امر میں واجب ہے اور تعمیل ارشاد میں مخالفت یا سستی میں خرابی و ہلاکت ہے۔ اقبال مرحوم نے کیا خوب کہا ہے۔

بمصطفیٰ برسائے خویش را کہ دیں ہمہ اوست
گر باؤ نرسیدی تمام بولہبی است

اللہ کریم نے بھی یہ واضح اور قطعی اعلان فرمایا ہے۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝۲

محبوب فرماؤ کہ لوگو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو (اسے دوست رکھتے ہو)

تو میرے (رسول کے) فرماں بردار ہو جاؤ اللہ تم سے محبت کرے گا
(تمہیں دوست رکھے گا) اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے
والا مہربان ہے۔

اتباع رسول کے حوالے سے یہ بات بھی اللہ کریم نے بتادی ہے جیسا کہ ارشاد کریم ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَن كَانَ
يُرْجُو اللَّهَ ۙ

بلاشبہ تمہارے لئے ہوا اللہ کے رسول کی زندگی میں عمدہ نمونہ اس
کے لئے جو اللہ کی امید رکھتا ہے۔

یعنی ان کی کامل اتباع کرو، ان کی سنتوں پر چلو، رسول کی پوری زندگی اور اس کا ہر
شعبہ اطاعت و اتباع کے لئے مکمل راہ نما ہے اور اس نمونہ کے بغیر کوئی عمل اللہ کے ہاں معتبر
نہیں اور آپ ﷺ نے خود بھی فرمایا ہے:

مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ ۚ
جس نے میرا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے نافرمانی کی
تو اس نے اللہ کی نافرمانی کی

آپ کی ذات اسوۃ حسنہ ہے اور بعثت تمام و تکمیل اخلاق حسنہ ہے اور آپ کی
اتباع و اطاعت کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ پر ایمان لانے کے بعد آپ کی محبت کامل رکھے

آپ کے آداب کی مکمل رعایت اور عزت و تعظیم میں مبالغہ کرے۔ اللہ نے فرمایا:

وَتُعْزِرُوهُ وَتُقِرُّوهُ۔

اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔

حضرات مفسرین کی اکثریت نے فرمایا ای تَبَالِغُوهُ فِي التَّعْظِيمِ یعنی آپ کی

تعظیم میں مبالغہ کرو (خوب خوب کوشش کرو) اور آپ کی محبت ہر شے کی محبت سے بڑھ کر ہو

جیسا کہ سورۃ توبہ کی آیت میں گزرا اور حدیث صحیح میں وارد ہے:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَالِدِهِ

وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ

تم میں سے اس وقت تک کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں

اس کے نزدیک اس کے ماں باپ اولاد اور سب لوگوں سے بڑھ کر

محبوب نہ ہو جاؤں

ایک روایت میں آیا ہے مَنْ نَفَسَ لِعَنِي اس کی جان سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں اور حدیث

عمر رضی اللہ عنہ اس پر مفصل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اوامر و نواہی اور اقوال و افعال

میں معصوم ہیں اس لئے کہ اگر وہ کسی چیز میں خطا کریں اور وہ حق کے موافق نہ ہو (جب کہ ایسا

ممکن ہی نہیں) تو ان کی اطاعت خدا کی اطاعت نہ ہوگی قرآن حکیم میں ان کے حکم کی بجا

آوری پر اجر و ثواب کا وعدہ ہے۔ اور اس کے ترک و مخالفت پر عذاب و عقاب کی

وعید ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا
أَبَدًا

اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے تو بے شک ان کے لئے
جہنم کی آگ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں۔

اطاعت رسول نبوت کی شہادت اور دلیل محبت ہے اور یہی خدا سے محبت رکھنے کی
دلیل بھی ہے اور متابعت رسول کے بغیر محبت الہی ناممکن اور اس کے ساتھ نہ صرف محبت الہی
حاصل ہوگی بلکہ اللہ کی محبوبیت عطا ہو جائے گی لہذا یہ محبت الہی اتباع رسول سے مشروط ہے
اور مشروط بغیر شرط کے موجود نہیں ہوتی علامات محبت میں سب سے اعظم و اعلیٰ اتباع رسول،
سنتوں پر عمل، ہدایت پر سلوک اور سیرت مقدسہ و مطہرہ پر چلنا، حدود شریعت پر قائم رہنا اور
احکام سے تجاوز نہ کرنا ہے۔ جمہور صوفیاء کا یہی مسلک ہے اور ہم اوپر ذکر آئے ہیں کہ تصوف
کتاب و سنت کی کامل پیروی کا نام ہے۔ کتاب و سنت کی پیروی تصوف کا اصل الاصول ہے
۔ اور منزل مراد پانے اور مقصود کے حوالے سے انہوں نے اس سلسلہ میں دو امور لازمی قرار
دیئے ہیں جن کے بغیر یہ راستہ نہیں کھلتا اور حقائق منکشف نہیں ہوتے وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ تقویٰ ۲۔ تزکیہ نفس

تقویٰ:

تقویٰ کے لغوی معنی ڈرنا، پرہیز کرنا، اور بچاؤ یا حفاظت کرنا ہے۔ اصطلاح شرع میں تقویٰ گناہوں سے بچنے اور نیکی کی راہوں پر چلنے کا نام ہے۔ نیکی کیا ہے تو ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

الْبِرُّ مَا أَطْمَئِنَّتْ إِلَيْهِ الْقَلْبُ

نیکی وہ ہے جس پر تیرا دل مطمئن ہو اور گناہ کے بارے میں ارشاد ہے

وَالْإِثْمُ يَتَرَدَّدُ النَّفْسُ وَكَرِهَتْ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ ۱

اور گناہ وہ ہے جو تیرے جی میں متردد ہو یعنی کھٹکے یا خلجان کا باعث

ہو اور تجھے ناپسند ہو کہ لوگ اس پر مطلع ہوں

اور قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَالْهَمَّهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ۲

تو بلاشبہ انسان کو نیکی اور بدی کا جبلی طور پر بتا دیا گیا

لہذا تقویٰ یہی ہے کہ نیکیوں کو جانے اور ان پر چلنے اور برائیوں کو سمجھے اور ان سے

پرہیز کرے اور نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ تقویٰ کہاں ہے تو ارشاد فرمایا

”التَّقْوَىٰ هُنَا وَيُسِيرُ إِلَىٰ صَدْرِهِ“

تقویٰ یہاں ہے اور آپ نے اپنے سینے (دل) کی طرف اشارہ فرمایا

یعنی تقویٰ کا مرکز دل ہے اور یہ دل کی پاکیزہ ترین کیفیت ہے اور جو بندے کو

امور خیر کی طرف تحریک کرتی ہے اور اگر دل اس کیفیت سے تہی ہو تو فساد کا باعث ہے ارشاد نبوی ہے:

”الَا فِي الْجَسَدِ مُضَغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ“

فَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ إِلَّا وَهِيَ الْقَلْبُ“

جان لو جسم انسانی میں ایک لو تھڑا ہے جب وہ ٹھیک ہوتا ہے تو سارا جسم ٹھیک ہوتا ہے جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے جان لو اور وہ (لو تھڑا) دل ہی ہے

قرآن حکیم میں متقین کی اولین صفت ایمان بالغیب جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ ۖ

(قرآن) ہدایت ہے واسطے متقین کے جو ایمان بالغیب رکھتے ہیں

یعنی تقویٰ بغیر ایمان کے نہیں اور نہ ایمان بغیر تقویٰ گویا ایمان و تقویٰ لازم و ملزوم ہیں تقویٰ کا بنیادی درجہ ایمان درمیانی درجہ صغائر و کبائر سے پرہیز اور اعلیٰ درجہ ہر اس کام سے پرہیز و دوری جو بندے کو اللہ سے غافل بنا دے صوفیاء کا تمام تر زور اسی امر پر ہے تمام عبادتوں کا مقصود تقویٰ ہے نماز جو دین کا رکن اعظم ہے اس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ان الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنكر ۖ

بے شک نماز برائیوں اور بے حیائیوں سے روک دیتی ہے

اور یہی امر تقویٰ کی روح ہے روزوں کی فرضیت کا مقصود تقویٰ ہے یہاں تک کہ قربانی جو امور واجبہ میں سے اس کا مقصود ہے تقویٰ ہے ارشاد باری ہے:

لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لِحُومِهَا وَلَا دِمَاءُ وَهِيَ وَلَكِنَّ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ
مِنْكُمْ ۗ

اللہ کو تمہاری قربانیوں کے گوشت اور نہ ہی لہو پہنچتے بلکہ اسے جو پہنچتا ہے وہ تو تمہارا تقویٰ ہی ہے۔

عدل و انصاف کا قیام تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب اور جملہ فضائل اور بزرگیوں عزت و کرامت کا معیار اللہ کے ہاں تقویٰ اور اس کا کمال ہے ارشاد کریم ہے

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۗ

تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے بڑھ کر بزرگی والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار (متقی) ہے۔

تقویٰ حکمت و دانائی کا جوہر تابدار ہے اور ارشاد نبوی ﷺ ہے اس الحکمة محافۃ اللہ۔ (جوامع الکلم) حکمت کا خلاصہ خوفِ خدا ہے جس کا اصلی نام تقویٰ ہے۔

صوفیاء کے نزدیک تقویٰ یہ ہے کہ کوئی ایسا امر واقعہ نہ ہو جو قرب الہی سے دوری یا اس کی ناپسندیدگی کا باعث ہو اور اس کی معیت سے بعد پیدا کرے کیونکہ فتوحات رحمت و برکات، بصیرت و فرقان، فوز عظیم اور معیت الہی کے تمام ابواب تقویٰ کے ذریعہ ہی کھلتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فِرْقَانًا ۱

اگر تم اللہ سے ڈرو گے (تقویٰ اختیار کرو گے) تو وہ تم میں فرقان

پیدا کرے

ایک قول ہے کہ حق و باطل میں امتیاز فرقان ہے جبکہ دوسرا قول ہے کہ مراد کامل بصیرت ہے۔

(۲) وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ۲

اور تم جان لو کہ اللہ کی معیت متقیوں کے ساتھ ہے۔

یہاں منکرین معترضین کے لئے غور کا مقام ہے کہ صوفیاء کی ہر بات کتاب و سنت

سے عبادت ہے جزئیات ہوں یا تفصیلات اور جس امر کی تمام تر بنیاد تقویٰ پر ہے وہ خلاف

اسلام یا اسلام کے مخالف و متوازی کیونکر ہے یہی کہنا پڑتا ہے۔

گر بروز نہ بیند شپہرہ چشم چشمہ آفتاب راچہ گناہ ۳

دوسرا امر تزکیہ نفس ہے:

یہ صوفیاء کا ضابطہ اور اصولی طریق و عمل ہے قرآن حکیم میں رسول کی بعثت کا ایک

اہم مقصد اور کار نبوت و رسالت کا ایک عظیم فریضہ یہی تزکیہ ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ

آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ ۴

۱- پ ۹ الانفال ۲- پ ۲- البقرة ۳- سعدی رحمۃ اللہ علیہ ۴- پ ۲۸- الجمعة

وہی ذات (اللہ) ہے جس نے اُمیوں میں معظم رسول بھیجا نہیں
میں سے جو ان پر اس کی آیات پڑھتا ہے اور انہیں ستھرا کرتا ہے
(ان کا تزکیہ کرتا ہے)

تزکیہ کے لغوی معنی ستھرا کرنے، صفائی اور پاک کرنے کے ہیں لیکن اصطلاح
میں تزکیہ سے مراد نفسانی عیوب کو دور کرنا اور بندے کو ظاہراً باطناً پاکیزہ بنانا اور اس کے
اخلاق و اطوار کو سنوارنا ہے۔ آیت مذکورہ کے تحت تزکیہ فرائض نبوت سے ہے اور یہ آیت
دلالت کر رہی ہے کہ رسول مُزنگی ہیں اور جس کا تزکیہ ہو گا وہ مُزنگی کہلاتا ہے اور آپ ﷺ
ساری امت کے لئے مُزنگی ہیں آپ کی دعوت عالمگیر، ہمہ گیر، جہاں گیر اور آفاقی ہے اور اب
الآباد تک ہے لہذا یہ تزکیہ کا کام آپ بھی فرمائیں گے اور آپ کی نیابت میں بھی جاری رہے
گا گویا نائبین کا کام آپ ہی کا کام ہو گا تزکیہ کرنے کے لئے کچھ امور ضروری ہیں اور وہ
حسب ذیل ہیں۔

(۱) تزکیہ کا علم (۲) مُزنگی کے احوال سے مکمل آگاہی (۳) مُزنگی کا علاج

(۴) قرب (۵) تصرف

جس طرح آپ ﷺ نے اصحاب کرام کا تزکیہ کیا ہر دور میں آپ کی نیابت
میں تزکیہ کی ضرورت رہے گی اور یہ وہ کام ہے جس کے لئے ایک دستور العمل تو ہے مگر دلوں
کو چمکانے اور صیقل کرنے کا علم کتابوں میں مدون نہیں یہ کام مرشد کامل کے بغیر کیونکر ممکن
ہے جو دلوں کی تربیت کرنے والا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّهَا

بلاشبہ اسی نے فلاح پائی جس نے اپنے نفس کو پاکیزہ بنایا۔

نفس کی پاکیزگی خود بخود کسی مُزگی کا تقاضا کر رہی ہے جو اس تزکیہ کے عمل میں متصرف فی الامور بھی ہو۔

حدیث صحیح میں ہے کہ بارگاہ نبوی میں ایک شخص قبول اسلام کے لئے حاضر ہوا تو اس نے کہا کہ مجھے اسلام قبول کرنے میں کوئی تامل نہیں مگر مجھے بدکاری کی اجازت دے دیں صحابہ کو اس کی بات سخت ناگوار گزری لیکن حضور ﷺ نے اسے پیار سے سمجھایا وہ سنتا رہا پھر بولا حضور آپ کی سب باتیں صحیح ہیں اور مجھے بھی معلوم ہے کہ آپ نے جو فرمایا درست ہے لیکن میں اس دل کا کیا کروں جس پر مجھے اختیار نہیں تو فرمایا مجھ سے قریب ہو وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى قَلْبِهِ اور آپ نے اس کے دل پر ہاتھ رکھا جب ہاتھ اٹھایا تو اس کی دنیا بدل چکی تھی صحابہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اس سے بڑھ کر کوئی پاکباز نہ تھا۔

فضالہ بن عمر سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے سال میں نے دل میں چاہا کہ حضور اکرم ﷺ کو دوران طواف شہید کر دوں جب میں آپ سے قریب ہوا تو فرمایا فضالہ تم دل سے کیا باتیں کر رہے تھے تم رسول خدا کو شہید کرنا چاہتے تھے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ ﷺ اس پر آپ نے تبسم فرمایا میرے لئے استغفار کیا اور اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھا تو میرے دل کو سکون ہوا خدا کی قسم حضور نے ابھی اپنا دست مبارک اٹھایا نہ تھا کہ حضور میرے نزدیک مخلوق میں محبوب ترین ہو گئے اور ایسا ہی شبہ بن عثمان جحمی کے بارے میں بھی مروی ہے اور عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے ایک دفعہ مکہ میں حضور

کے سامنے سے گزرے اور آپ کو اچھے لگے تو فرمایا اتنا اچھا چہرہ دوزخ کی نظر ہو جائے گا
عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کے بعد مجھے سکون تب ہی ملا جب آپ کی غلامی میسر
آگئی۔ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے
یہ نگاہوں کا فیضان اور دلوں کی کیفیت میں یہ انقلاب دستور العمل سے بڑھ کر
ایک امر ہے جس کا انکار ممکن نہیں لہذا تزکیہ نفس کے لئے جو امور ضروری ہیں صوفیاء کے
نزدیک ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) ضرورت شیخ، بیعت اور صحبت (۲) تزکیہ کا دستور العمل

شیخ کی ضرورت اور بیعت:

شیخ سے مراد کسی ایسے مرد حق کی ضرورت ہے جو ولایت الہیہ سے سرفراز ہو احکام
شرع کا پابند پاکیزہ دل صاحب نظر صوفی ہو جب تک کوئی شخص ان اصحاب دل کی خدمت
میں حاضر نہیں ہوگا تو دل و نگاہ کی مسلمانی ممکن نہیں۔ اقبال فرماتے ہیں۔

می زوید تخم دل از آب و گل بے نگاہی از خداوندان دل

انسان کے رذائل اخلاق کو محاسن اخلاق سے مزین کرنا یہ تصوف ہے اور یہ

انقلاب شیخ طریقت یا ولی کا یا صاحب نظر کی ارادت و نسبت کے بغیر کیونکر ممکن ہے کوئی فن

بھی ہو صاحب فن کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا تو تزکیہ نفس بھی ماہر فن کا تقاضا کرتا ہے کہ اس

کے بغیر یہ امر صرف کتابوں سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ کسی پاکباز ولی کی صحبت سے میسر آتا

ہے اقبال کہتے ہیں۔

صحبت از علم کتابی خوش تراست صحبت مردانِ حُر آدم گراست
ولایت کے معنی محبت بھی ہے اور ولی بروزنِ فعیل کبھی مفعول کے معنی میں بھی آتا
ہے یعنی وہ جس کے ساتھ محبت کی گئی اور ارشاد باری ہے:

وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ ۱

وہ نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے

اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں تاکہ وہ اس سے اس کی وجہ سے محبت کریں اور مخلوق کی محبت
ترک کر دیں یہاں تک کہ اللہ ان کا ولی اور دوست ہو جائے ارشاد باری ہے:

نَحْنُ أَوْلِيَاءُ كُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۲

ہم ہیں تم مومنوں کے ولی (مددگار) دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں

مزید ارشاد ہے:

بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَى لَهُمْ ۳

یہ یقیناً اس لئے کہ اللہ ایمان والوں کا مولا (دوست اور

مددگار ہے) اور رہے کافر تو ان کا کوئی دوست و مددگار نہیں

جب واضح ہو گیا کہ اللہ مومنوں کا دوست اور مددگار ہے کہ انہیں ان کی عقل کو اپنی

صریح نشانیوں سے ان کے قلوب کو اسرار و معارف کی روشنی سے مدد دیتا ہے اور یونہی انہیں

نفس و شیطان کی مخالفت اور اپنے احکام پر چلنے کی توفیق عطا فرماتا ہے اور مدد و دوستی یہ بھی

۱- پ ۹- الاعراف ۲- پ ۲۴- م السجدہ ۳- پ ۲۶- سورہ محمد

ہے کہ انہیں مستقیم الحال فرما کر اپنی دلایت سے نوازے اور انہیں اپنی حفاظت میں رکھے انہیں مستجاب الدعوات بنائے اسے اپنے ملک کا انتظام سپرد کرے اور اس کی باتیں مقبول ہوں ارشاد نبوی ہے کبھی پراگندہ ژولیدہ بالوں والا اور غبار آلودہ چادروں والا شخص جس کی کوئی پرواہ نہیں کرتا اگر وہ کسی امر میں اللہ کی قسم کھائے (لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَا بَرَهُ) تو اللہ اس کی قسم کو پورا فرماتا ہے لہذا اولی سے مراد وہ شخص ہے جس میں اوصاف ولایت ہوں اور وہ جملہ احکام شریعت کا پابند اور ظاہر اباطناً اللہ کا دوست ہو ایسے لوگ گذشتہ ادوار میں ہوئے اور اب بھی ہیں اور قیامت تک موجود رہیں گے کہ اللہ نے امت محمدیہ کو جملہ سابقہ امتوں پر فضیلت بخشی اور شریعت محمدیہ کو محفوظ رکھنے کا ذمہ لیا جس کے ہر طرح کے دلائل عقیلہ و نقلیہ موجود ہیں اور علماء کو معلوم ہے اسی طرح اولیاء و خواصان الہی کے درمیان عینی دلائل بھی موجود ہیں حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اَلْوَلِيُّ هُوَ الصَّابِرُ تَحْتَ

اَلْأَمْرِ وَالنَّهْيِ وَوَلِيٌّ هُوَ الَّذِي هُوَ الصَّابِرُ تَحْتَ

الْقُرْآنِ حَكِيمٌ فِيهِ ارشاد ہے:

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ •

الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝۱۰۰

آگاہ رہو بلاشبہ اللہ کے دوستوں پر کوئی خوف نہیں اور نہ ہی وہ غمگین

ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور متقی (پرہیزگار) ہیں۔

یہ آیت کریمہ ولایت الہیہ پر نص ہے اور واضح کر رہی ہے کہ ولایت کی بنیادی
علائمیں ایمان و تقویٰ ہیں۔ مزید ارشاد ہے:

إِنَّ أَوْلِيَاءَهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ ۱

نہیں ہیں اللہ کے دوست مگر وہی جو متقی ہیں۔

مزید ارشاد ہے:

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ ۲

بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جن کا چلن پرہیزگاری ہے
اور جو محسن ہیں (بھلائی کرنے والے ہیں)

یہاں محسن سے مراد فقط ایمان والے (مومن) ہیں اور کافر اس نعمت سے محروم اور
معیت الہی سے خارج ہے لہذا ولایت الہیہ فقط مومنوں ہی کا حصہ ہے، اولیاء کی شناخت
کیسے ہو تو ارشاد باری ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدًّا ۳

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے جلد ہی
رحمن (اللہ) ان کے لئے (لوگوں کے دلوں میں) محبت پیدا کر دے گا۔

لوگوں میں اولیاء اللہ کی محبت اللہ ہی کی طرف سے ہے یہاں ایک قابل غور بات
ہے کہ مقصود بالذات تو اللہ کی محبت ہے اور اللہ اپنے غیر کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا کر

۳- پ ۱۶- سورہ مریم

۲- پ ۲۱- سورہ روم

۱- پ ۹- الانفال

رہا ہے تو منکرین تصوف اور منکرین اولیاء کو یہاں سمجھ لینا چاہئے کہ غیر اللہ کی رٹ فضول ہے اولیاء اللہ کی محبت اللہ ہی کی محبت ہے اور الگ کوئی شے نہیں۔ اللہ نے خود فرمایا ہے: **يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ** اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں تو اولیاء اللہ کی محبت درحقیقت محبت الہی ہے تو کیا ایسے لوگوں سے نہ محبت کریں جن سے اللہ محبت کرتا ہے ان کے پاس کیوں نہ جائیں جو محبت الہی کے داعی اور سالار ہیں جبکہ مقصود بالذات، اصل الاصول محبت الہی ہی ہے اور اسی کا دوسرا نام تصوف ہے اور یہ عین اسلام ہے۔ اور حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو محبوب رکھتا ہے جو جبرائیل علیہ السلام کو طلب کر کے فرماتا ہے **إِنِّي أَحِبُّ فُلَانًا فَاحِبُّوهُ** میں فلاں بندے سے محبت رکھتا ہوں تو تم بھی اس سے محبت رکھو تو جبرائیل علیہ السلام بھی اسے محبت رکھتے ہیں **ثُمَّ يُنَادِي فِي السَّمَاءِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاحِبُّوهُ** پھر آسمانوں میں منادی کر دی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تو تم بھی اس سے محبت کرو تو اول اس کی محبت آسمانوں میں پھر شش جہات عالم (زمین میں) بھی پھیل جاتی ہے عارفانِ حق سے محبت کی اصل یہی ہے اور رہی ان سے عداوت تو حدیث صحیح ہی میں ہے کہ جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے **فَقَدْ اذنتُهُ لِلْحَرْبِ** تو میری طرف سے اس کے خلاف اعلان جنگ ہے اور حدیث صحیح میں ان لوگوں کی ایک اور اہم علامت بیان کی گئی ہے اور وہ یہ ہے **إِذَا رُؤُوا ذُكِرَ اللَّهُ** جب انہیں دیکھیں تو اللہ یاد آ جائے (سبحان اللہ) کیا لوگ ہیں جن کی دید دید حق ہے اور جن سے تعلق اللہ سے محبت اور یاد الہی ہے یہی لوگ ہیں جن کی بیعت درکار ہے۔

بیعت:

بیعت کے لغوی معنی معاہدہ کرنے یا اطاعت کرنے کے ہیں اَبَاعَ کے معنی بیچنے کیلئے پیش کرنا اور اِبْنَاعَ کے معنی بک جانے کے ہیں اور بَيْعٌ خرید و فروخت کو کہتے ہیں یہ الفاظ بَيْعاً اور مُبَيْعاً سے مشتق ہیں جو باب ضَرْبٍ يَضْرِبُ سے مصدر ہے۔ لیکن اصطلاح میں بیعت کے معنی خود سپردگی اور حکم کے تابع ہونے کے ہیں اہل تصوف کے نزدیک مرید کا خود کو شیخ کے سپرد کرنا اور اس کی اطاعت ہے اور شیخ کی اطاعت گویا اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہے اور بیعت کتاب و سنت سے ثابت ہے ارشاد باری ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ۗ

بلاشک و شبہ اللہ ان مومنوں سے راضی ہو گیا جبکہ وہ آپ ﷺ

سے بیعت کرتے تھے (کیکر کے) درخت کے نیچے۔

یہ بیعت حدیبیہ میں ہوئی اور اسے بیعت رضوان کہتے ہیں یہ بیعت کفار کے مقابل جہاد میں ثابت قدم رہنے کا عہد تھا شجرۃ مفرد ہے اور یہ درخت بڑا اور خاردار تھا جس کے نیچے بیعت ہوئی لفظ شجرہ اور تحت الشجرۃ دونوں غور طلب ہیں گو مطلق ہے اور الْمُطْلَقُ يَجْرِي عَلَى اِطْلَاقِهِ لیکن یہ لفظ بول کر اللہ نے واضح کر دیا ہے کہ وہ مومنوں کی اس بیعت رسول سے راضی ہوا جو تحت الشجرہ ہوئی عاقل کو اشارہ ہی کافی ہے اور اس بیعت میں حضور اکرم ﷺ نے اپنا بایاں دست مبارک اپنے دست کرم میں لیا اور فرمایا کہ یہ عثمان رضی اللہ عنہ

کی طرف سے بیعت ہے تو غیبت میں بیعت کا جواز ہو گیا اور حدیث صحیح میں ہے کہ جنہوں نے اس درخت کے نیچے بیعت کی ان سب اصحاب کو اصحاب شجرہ کہا جاتا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔ اور یہ غیر معمولی شرف اور ثمرہ بیعت ہے۔ مزید ارشاد باری ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۗ
 وہ جو تمہاری (آپ ﷺ کی) بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے
 بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

کیونکہ رسول سے بیعت کرنا اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرنا ہے جس طرح رسول کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے ان سب کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے (جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے کہ اللہ کریم ہاتھ (جسم و جسمانییت سے پاک ہے) مزید ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَنْ لَا
 يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يُقْتُلْنَ
 أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ
 وَلَا يَعْصِيَنَّ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهُ إِنَّ
 اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۚ

اے نبی جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر

بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان موضع ولادت میں اٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

کتب تفاسیر و حدیث مبارکہ میں ہے کہ یہ بیعت فتح مکہ کے روز ہوئی اول آپ ﷺ نے مردوں سے اسلام و جہاد پر بیعت لی پھر ۲۵ عورتوں سے بیعت لی اس بیعت میں نہ ہی آپ ﷺ نے کسی عورت سے مصافحہ فرمایا اور نہ ہی انہیں دست اقدس چھونے دیا کیفیت بیعت یہ تھی کہ قدح (لگن) پانی میں آپ ﷺ نے دست مبارک ڈالا اور نکال لیا پھر اسی میں عورتوں نے اپنے ہاتھ ڈالے اور یہ بھی مروی ہے کہ بیعت کپڑے کے واسطے سے لی گئی اور ممکن ہے کہ دونوں طرح سے بیعت لی گئی ہو بیعت کے وقت مقراض (کپڑے کا ایک سرا شیخ کے ہاتھ میں جبکہ دوسرا مرید کے ہاتھ میں ہو) کا استعمال مشائخ کا طریقہ ہے اور یہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی سنت ہے اور یونہی خلافت کے ساتھ ٹوپی یا خرقہ پہنانا مشائخ کا معمول ہے اور زبانی بیعت بھی درست ہے اس بیعت میں جو تفصیل ہے وہ اپنی توضیح خود ہے۔

مسلم شریف میں کتاب الامارۃ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةِ لِقَى اللَّهَ

يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا حُجَّةَ لَهُ وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ

مَاتَ مَيْتَةً الْجَاهِلِيَّةِ

آپ ﷺ نے فرمایا جس نے امیر کی اطاعت سے اپنا ہاتھ نکال لیا تو جب روز قیامت اللہ تعالیٰ سے ملے گا تو اس کے پاس کوئی حجت نہ ہوگی اور جو مر گیا اور اس کے گلے میں کسی کی بیعت نہ تھی تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا
فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔

اے ایمان والو! اللہ سے اور تلاش کرو اس کی طرف وسیلہ اور
مجاہدہ کرو اس کی راہ میں تاکہ تم فلاح کو پہنچو۔

اس آیت میں وسیلہ سے مراد بیعت یا شیخ کامل ہے اور جَاهِدُوا سے مراد مجاہدہ نفس ہے بعض منکرین وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ سے مراد نیک اعمال لیتے ہیں اور یہ کیا خوب منطق ہے کہ عمل جو بغیر عامل کے قائم نہ ہو وہ تو وسیلہ ہو اور خود عامل وسیلہ نہ ہو عمل اعراض ہیں جو ہر نہیں اور کوئی عرض جو ہر کے بغیر قائم نہیں ہو سکتا لہذا اگر عمل وسیلہ ہو سکتا ہے تو عامل (شیخ کامل) بدرجہ اولیٰ وسیلہ ہوگا۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے رسالہ امامت میں وسیلہ سے مراد شیخ کامل لیا ہے۔ لکھا ہے: مراد وسیلہ شخصے است کہ ”اقرّب الی اللہ باشد“

بیعت کے بارے میں امام الھند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف لطیف ”القول الجمیل“ میں رقمطراز ہیں:

”بیعت کا طریقہ مسنون ہے اور یہ بیعت صرف بیعت خلافت تک محدود نہیں بلکہ عہد نبوی میں مختلف صورتیں واقع ہوئیں جیسے بیعت اسلام، ہجرت، جہاد اور توبہ صوفیاء کے اندر مروجہ بیعت بیعت تقویٰ ہے“ جس طرح علماء کی صحبت کے بغیر علم و صنعتی امور بغیر استاد حاصل نہیں ہوتے۔ اسی طرح مشائخ کامل کی بیعت کے بغیر عرفان الہی کی دولت بھی حاصل نہیں ہو سکتی اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے۔

کیما پیدا کن از مشت گلے بوسہ زن بر آستان کالمے
بیعت کا مقصد کامل وابستگی ہے اور شیخ پر لازم ہے کہ وہ مرید کو جس نے بیعت کی ہے بغیر کسی غرض کے قبول کرے اور شریعت اسلامیہ کے مطابق اس کی تربیت کرے اسے ادب و آداب سکھائے اور مرید پر لازم ہے کہ شیخ کی مکمل تابعداری کرے یہ دینی طریقہ ہے حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو تعلیم دی اور ان کی تربیت کی انہوں نے تابعین (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کی اور انہوں نے تبع تابعین کی اسی طرح سے اولیاء اللہ میں یہی طریقہ جاری ہے اور ان شا اللہ قیامت تک جاری رہے گا یہ مشائخ ہی اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ اور راستہ ہیں اور یہی راہ خدا کے دکھانے والے ہیں اور یہی وہ باب ہے جو راہ خدا کھولتا ہے اور اسی کا نام ضرورت شیخ ہے اور بیعت اس ضرورت کو پورا کرتی ہے راہ سلوک پر چلنے والا یعنی مرید وہ ہے جسے مجاہدات کی مشقت میں ڈالا جائے اور مراد وہ ہے جو

منزل مقصود پالے ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا وَفِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

اور وہ لوگ جو ہماری راہوں میں مجاہدہ کرتے ہیں بالضرور ہم ان پر

اپنی راہیں کھول دیں گے

بیعت کے بعد دو چیزوں کی ضرورت ہے اول صحبت شیخ دوم تعلیم و تربیت (تزکیہ) کا دستور العمل صحبت کے بغیر تربیت و تزکیہ نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک اصولی امر ہے، معاشرتی، معاشی، فنون لطیفہ وغیرہ کے علوم کسی ماہر استاد کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے یونہی شیخ کامل کی صحبت کے بغیر منازل سلوک کیونکر طے ہو سکتی ہیں لہذا ہم کتاب و سنت کی روشنی میں صحبت کے حوالے سے کچھ وضاحت کرتے ہیں کہ منکروں کے خلل کے ازالہ کا باعث ہو۔

اللہ کریم فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ -۱

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

یعنی سچے لوگوں کی صحبت و رفاقت حاصل کرو معیت سے مراد صحبت ہے اس زمرہ و حلقہ میں شامل ہونا ہے جن کا چلن راستبازی ہے سچے لوگ کون ہیں تو بہت سی آیات قرآن اس پر ناطق ہیں صرف ایک عرض ہے جو کافی ہوگی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا

وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَوْلِيَّكُمْ هُمْ
الصَّادِقُونَ ۱

ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہ کیا
اور اپنی جان و مال سے راہ خدا میں جہاد کیا یہی وہ لوگ ہیں جو سچے ہیں۔
نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ
وَجْهَهُ ۲

اور دور نہ کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح و شام اس کی رضا
چاہتے یعنی اے حبیب مکرم غربا صحابہ کو کفار کے کہنے پر اپنی صحبت
و معیت سے دور نہ فرمائیے۔

یہ آیت صحبت شیخ پر گویا نص ہے۔ مزید ارشاد ہے:

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۳
تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔

مفسرین کرام نے فرمایا ہے بے دینوں کی مجلس میں بیٹھنا منع ہے اور ان کی صحبت
ہم نشینی سے باز رہنا ہے یونہی صالحین دینداروں کی صحبت درست ہے بلکہ ضروری ہے۔ نیز
ارشاد ہے:

۱- پ ۲۶- الحجرات ۲- پ ۷۱- الانعام ۳- پ ۷۱- الانعام

”وَمَنْ يَعِشْ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقِصْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ“

جسے رحمن کے ذکر سے شب کوری ہو ہم اس پر ایک شیطان تعینات

کریں کہ وہ اس کا ساتھی ہے

تو ظاہر ہوا ذکر الہی سے بیزاروں کے لئے شیطان کی مصاحبت ہے اور یاد الہی والوں کے لئے عباد الرحمن کی صحبت کیوں نہ ہو۔

حدیث شریف میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اچھی صحبت کی مثال ایسے

ہے جیسے کوئی عطار کے پاس بیٹھے عطر خریدے نہ خریدے اچھی لپٹ ضرور آئے گی اور بری صحبت کی مثال بھٹیاری کے پاس بیٹھنے کی ہے کچھ لے نہ لے آگ کے شرارے یاد دھواں تو ضرور پہنچے گا۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حوالے سے گلستان میں لکھا ہے کہ حضرت نوح

علیہ السلام کا بیٹا برون کی صحبت میں بیٹھا اس کی خاندانی نبوت گم ہو گئی اور یونہی علماء فرماتے ہیں کہ اصحاب کھف کا کتا اولیاء کی صحبت کی برکت سے ایسا ہو گیا کہ اس کی جبلت ولبادہ بدل گیا اور وہ جنت میں بلعم باعور کی شکل میں داخل ہو گا اور سعدی نے ایک زمین کے قطعہ کو دیکھا کہ اس سے خوشبو آرہی تھی تو پوچھنے پر اس قطعہ زمین نے بتایا کہ وہ چند روز گلوں (پھولوں) کی صحبت میں رہی تو ۔

جمال ہم نشین درمن اثر کرد وگرنہ من ہماں مُشتِ خاکم

مذکورہ آیات و بیان صحبت کی ضرورت و اہمیت کو واضح کر رہی ہیں اب سوال یہ پیدا

ہوتا ہے کہ وہ شیخ طریقت جس کی صحبت اختیار کی جائے تو وہ کیسا ہو تو ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا تَطْعُ مَنْ اغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا۔

اور اس کا کہنا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا یعنی جو

اہل ذکر سے نہیں اس کی پیروی مت کرو۔

مزید ارشاد ہے:

وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيْنَا۔

اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا

یعنی نبی کریم ﷺ اور آپ کے آل و اصحاب کی راہ اسی کو مذہب اہل سنت

و جماعت کہتے ہیں: مزید ارشاد ہے:

فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔

تو پوچھو اہل ذکر سے اگر تم نہیں جانتے

یہ آیت واضح کر رہی ہے کہ اگر شرعی مسئلہ کی تصدیق و تحقیق مطلوب ہے تو علماء مجتہدین سے

رابطہ کرو اور اگر مسائل طریقت کا حل درکار ہے تو اہل اللہ اور اولیاء کرام کی خدمت

میں حاضری دو حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شیخ یا پیروہ ہے جو سر سے قدم

تک یاد الہی میں ہو اور متابعت سنت کے دائرہ سے قطعاً نہ نکلے صاحب تفسیر مظہری قاضی

ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں شیخ وہ ہے جس کی صحبت میں اللہ یاد آ جائے اور دنیا کی

محبت کم ہو اور محبت الہی میں ترقی ہو شیخ طریقت کے لئے ضروری ہے۔

(۱) راسخ العقیدہ اہل سنت و جماعت سے ہو کہ یہی فرقہ ناجیہ ہے مجدد ربانی شیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

پس چاہئے کہ اہل سنت و جماعت کے معتقدات پر اپنے اعتقاد کا مدار رکھیں اور زید و عمر کی باتیں نہ سنیں جھوٹے قصوں پر کام کا مدار رکھنا خود کو ضائع کرنا ہے فرقہ ناجیہ کی تقلید ضروری ہے تاکہ نجات کی امید پیدا ہو وَذُوْنَهُ خَرَطُ الْقِتَادِ دُورٌ نَبْعُ فَائِدَةٍ تَكْلِيْفٌ هُوَ اِلٰہ

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طریقے کی پیروی سے مخالفت کرتے ہوئے حضور نبی کریم ﷺ کی اتباع و پیروی کا دعویٰ کرنا سراسر باطل ہے بلکہ ایسی اتباع درحقیقت رسول اللہ ﷺ کی معصیت اور نافرمانی ہے لہذا صحابہ کرام سے مخالف طریقہ اختیار کر کے نجات کی بحالی و گنجائش اور نجات کا امکان کہاں ہے يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ اِلَّا اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ۔ ان گمراہوں کا گمان ہے کہ وہ بھی کسی صحیح مسلک پر ہیں سن لو یہی لوگ جھوٹے ہیں اور اس میں ذرہ برابر شک نہیں کہ صحابہ کرام کی اتباع کا پابند صرف اہل سنت و جماعت کا گروہ ہے شکر اللہ تعالیٰ سعیدہم لہذا نجات پانے والا فرقہ بھی یہی ہے۔

۱۔ مکتوب ۲۵۱ دفتر اول حصہ چہارم ۲۔ مکتوب نمبر ۸۰ دفتر اول حصہ دوم

(۲) شیخ کا سلسلہ سلاسل کے حوالے سے سرکارِ دو عالم ﷺ تک متصل ہو۔

(۳) عالم دین ہو یا عمل ہو متقی ہو بدعات و خرافات سے بچنے والا بلکہ ان کا مٹانے والا ہو۔

(۴) اخلاقِ جلیلہ سے مزین ہو۔

(۵) ظاہری باطنی آدابِ طریقت کی خوب رعایت رکھنے والا ہو۔

ہم نے صرف ان پانچ باتوں پر اکتفا کیا ہے وگرنہ کتبِ تصوف میں ان کی بہت زیادہ تفصیل ہے۔ جب ایسا شیخ میسر آجائے تو صوفیاء کے نزدیک اس کے تزکیہ کا دستور العمل مفصل ہے۔ جس کا ہم مختصر سا تذکرہ کریں گے کہ اجمالِ تفصیل کا جامع ہو یہ دستور العمل کتاب و سنت سے ماخوذ ہے اور اس کے اہم نکات یہ ہیں:

۱۔ توبہ

۲۔ فرائض و واجبات و سنن کی پابندی

۳۔ نوافل کے ذریعہ قرب الہی، شب بیداری و نماز تہجد پڑھنا

۴۔ تلاوت قرآن ترتیل کے ساتھ

۵۔ ذکر الہی بالخصوص اسم ذات و دیگر تسبیحات اور صلوة و سلام

۶۔ بحث و تمحیص سے پرہیز اور منکرین و مخالفین سے انقطاع

۷۔ خلوت و اعتکاف و سکوت

۸۔ فکر و مراقبہ اور محاسبہ نفس

۹۔ صبر و توکل

۱۰۔ مخلوق خدا سے محبت اور خدمتِ خلق

اب ہم ان دس نکات پر کتاب و سنت کی روشنی میں شذرہ لکھیں گے کہ منکرین تصوف پر واضح ہو جائے کہ یہ دستور العمل شریعت کی روح، مغز قرآن اور حقیقتاً جوہر قرآن ہے۔

1- توبہ

شیخ پر لازم ہے کہ مرید کو حلقہ بگوش ہونے سے پہلے توبہ کرائے۔ توبہ کے لغوی معنی رجوع کرنے، لوٹنے اور برائی سے باز آنے کے ہیں یعنی جس فعل سے اللہ نے منع فرمایا اس سے بخوف الہی باز آ جانا توبہ ہے۔ عرف عام میں گناہوں کو چھوڑنے اور ان سے باز آنے کا نام توبہ ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔

اے ایمان والو! اللہ کی طرف توبہ کرو سب کے سب اس امید پر کہ تم

فلاح پاؤ

اس آیت سے واضح ہے:

۱۔ بندہ گناہ کرنے سے کافر نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کے ایمان میں کوئی خلل واقعہ ہوتا ہے

۲۔ حکم توبہ اللہ کی مغفرت پر مشیر ہے۔

۳۔ توبہ کا نتیجہ فلاح ہے۔

مزید ارشاد ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ۝

بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور گناہوں

سے پاک رہنے والوں کو (یا ستھر رہنے والوں) کو پسند کرتا ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ گناہوں سے

توبہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جس پر کوئی گناہ نہیں نیز ارشاد فرمایا جب حق تعالیٰ کسی

بندے کو دوست رکھتا ہے تو گناہ اس کو نقصان نہیں دیتا۔ یعنی توبہ کی توفیق ملتی ہے اور گناہ محو

ہو جاتے ہیں۔ نیز ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ

أَن يُكَفِّرَ عَنْكُم سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُم جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۝۲

اے ایمان والو اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے

قریب ہے تمہارا رب تمہاری برائیاں تم سے اتار دے اور تمہیں

باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں ہیں۔

یعنی توبہ صادقہ جس کا اثر تائب کے اعمال میں ظاہر ہو اور اس کی زندگی طاعتوں

اور عبادتوں سے معمور ہو جائے اور وہ گناہوں سے باز رہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

منقول ہے توبہ نصوح وہ ہے کہ توبہ کے بعد تائب گناہ کی طرف نہ لوٹے جیسے بکری کے

تھنوں سے نکلا ہو اور دوبارہ تھنوں میں نہیں لوٹتا۔ مزید ارشاد ہے:

التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۱
 ”توبہ کرنے والے عبادت کرنے والے اور حمد و ثناء کرنے والے

۔۔۔ اور مومنوں کے لئے بشارت ہے

حضرات مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ تائب عابد و حامد

سے افضل ہے اس لئے کہ تائب کا ذکر مقدم ہے۔ یہ بہت بڑا موضوع ہے اور ہم اختصار

سے احاطہ لکھتے ہیں:

۱۔ اگر کبیرہ گناہ چھوڑ دو گے تو صغیرہ اللہ خود معاف کر دے گا۔ ۲

۲۔ صغیرہ گناہ اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہے اور کبیرہ توبہ سے کبیرہ نہیں

رہتا اور کسی گناہ کو کمتر نہ سمجھے۔

۳۔ اگر توبہ سچی کرو گے اور ایمان لاؤ گے اور اچھے کام کرو گے تو اللہ

تمہاری برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دے گا۔ ۳

۴۔ گناہوں پر ندامت توبہ ہے۔ ۴

۵۔ توبہ کے درجات

۱۔ اول: ندامت ii۔ دوم: توبہ iii۔ سوم: انابت

۶۔ جزوی توبہ بھی درست ہے یعنی سارے گناہ نہیں چھوڑتا

۱۔ پ ۱۱۔ التوبۃ ۲۔ پ ۵۔ النساء ۳۔ پ ۱۹۔ الفرقان ۴۔ الحدیث

تو جتنے چھوڑ سکتا ہے چھوڑ دے یہی اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے۔

۷۔ صحتِ توبہ یہ ہے کہ چھوڑے ہوئے حقوق الہیہ کی قضا ادا کرے اور حقوق العباد لوٹائے یا معاف کرائے۔

۸۔ صحیح توبہ کے بعد اگر قائم نہ رہا تو نئے سرے سے پھر توبہ کرے پچھلی توبہ بھی درست تھی اور موجودہ بھی اس لئے کہ توبہ پر ہمیشہ قائم رہنا شرط نہیں۔

۹۔ توبہ میں عجلت کرے کہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ (حدیث)

۱۰۔ ہردن میں ستر یا سو مرتبہ توبہ کرنا سنت ہے اور اس کے بے شمار فوائد جیسے گناہوں کی معافی، رحمت کی بارش اور اموال سے مدد ہو گی۔

طریقت میں یہ دستور ہے کہ کسی مرد حق کے ہاتھ پر توبہ کرے اور یہ امر سنت ہے اور مشائخ کے نزدیک توبہ یہ ہے حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے تَوْبَةُ الْعَوَامِ مِنَ الذُّنُوبِ وَتَوْبَةُ الْخَوَاصِّ مِنَ الْغَفَلَةِ عَوَامِ كِي تَوْبَةِ گناہوں سے ہے جبکہ خواص کی توبہ غفلت سے ہے تو ایسے مرد حق کے ہاتھ پر توبہ کرے جو مَنْ أَعْفَلْنَا قَلْبَهُ مِنْ سے نہ ہو۔

۲۔ فرائض و واجبات اور سنن کی پابندی:

دین اسلام میں فرائض سے مراد صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم اور حج ہیں اور ان سب کی اصل ایمان ہے یہ پانچوں امور اس قدر تفصیل طلب ہیں کہ ہر ایک کے لئے ایک بڑی کتاب لکھی جاسکتی ہے جبکہ ہمارا مقصد تصوف اسلامی کی حقیقی قدروں کو اجاگر کرنا ہے لہذا اجمالی ذکر کافی ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے:

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ
مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالْحَجِّ
وَصَوْمِ رَمَضَانَ ۚ

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے
ارشاد فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ امور پر ہے اس امر کی گواہی کہ اللہ کے
سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے رسول ہیں اور
نماز کا قائم کرنا اور زکوٰۃ کا ادا کرنا اور حج اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا

ایمان لانے کے بعد یہ لازمی ہے کہ اسلام کے سوا تمام ادیان سے بے تعلق ہو جائے کہ اللہ
کے نزدیک دین تو اسلام ہی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ۚ

بے شک دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے اور اسلام کے سوا کوئی دین قبول ہی نہیں
ارشادِ ربّ کریم ہے:

وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي
الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝

اور جس نے اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کیا وہ اس سے ہرگز
قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں
سے ہوگا۔

اسلام میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج بنیادی فرائض ہیں ان فرائض کی تفصیلات،
جیسے شرائط نماز، اوقات نماز، نماز کے واجبات سنن زکوٰۃ کا نصاب مصارف زکوٰۃ، روزہ کے
تفصیلی احکام جیسے سحر و افطار، بری باتوں کا ترک اور عبادات جیسے تراویح وغیرہ اور حج کی
شرائط، ارکان، واجبات اور سنن کا علم ضروری ہے اور ان کی پابندی لازمی ہے امور واجبہ میں
صدقہ فطر اور قربانی بھی ہے سنتوں کا التزام لازمی ہے ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

إِنَّ اللَّهَ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَيِّعُوهَا (اَوْفَلَا تَتْرُكُوهَا) فَإِنَّ
السُّنَنَ هِيَ أَنْوَارُ اللَّهِ وَ مَوَائِدُ نِعْمَتِ اللَّهِ

بے شک اللہ نے فریضے مقرر کر دیئے تو تم انہیں ضائع نہ کرو (یا ترک
نہ کرو) تو رہیں سنتیں تو یہ اللہ کے انوار اور نعمت الہی کی تائید ہے

مجدد ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

چونکہ صوفیاء کے طریقے کمال و تکمیل کے مرتبوں میں اصالتاً
متفاوت ہیں اس لئے ایسے طریق کار کا اختیار کرنا جس میں سنت
سنیہ کی متابعت زیادہ لازم اور احکام شرعیہ کے بجالانے کے زیادہ
موافق ہو بہت ہی بہتر اور مناسب ہے۔ ۱

مزید ارشاد ہے:

اول اپنے عقائد کو اہل سنت و جماعت کے عقائد کے موافق
درست کریں دوسرے فرض و سنت و واجب و مندوب، حلال و حرام
، مکروہ و مشتبہ کا علم جو فقہ میں مذکور ہے حاصل کریں اور اس علم کے
موافق عمل درست کریں۔ ۲

۳۔ نوافل، تہجد (کے ذریعہ قرب الہی)

اگرچہ نوافل اور نماز تہجد اور قیام اللیل فرض و واجب نہیں لیکن کتاب و سنت میں

اس کی رغبت دلائی گئی ہے۔ ارشاد باری ہے:

۱۔ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ۳

اے محبوب رات کو قیام کرو مگر تھوڑا

۲۔ وَالَّذِينَ يَبْتُغُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا

۱۔ مکتوب ۲۲۳، دفتر اولی حصہ چہارم ۲۔ ایضاً ۲۲۷ ۳۔ پ ۲۹۔ المزل ۴۔ پ ۱۹۔ الفرقان

اور وہ لوگ جن کی راتیں گزر جاتی ہیں سجدوں میں اور قیام میں
 ۳۔ تَتَجَا فِیْ جُنُوبِهِمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا
 وَطَمَعًا ۱۔

ان کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں خوابگا ہوں سے اور اپنے رب کو پکارتے
 ہیں ڈرتے اور امید کرتے۔

۴۔ وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدُ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ ۲۔

اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد کرو یہ خاص تمہارے لئے زیادہ ہے
 تہجد نفلی عبادتوں میں افضل ترین ہے احادیث مبارکہ میں ہے۔

۱۔ كَانَ صَلَاةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ
 رَكْعَةً يُعْنَى بِاللَّيْلِ ۳۔

آپ ﷺ کی تہجد کی نماز تیرہ رکعت ہوتی (بشمولیت رکعات وتر)

۲۔ يُصَلِّيُ مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِنْهَا الْوُتْرُ

وَرَكْعَتِي الْفَجْرِ ۴۔

رات کو آپ ﷺ تیرہ رکعت پڑھتے جن میں وتر اور سنت فجر کی

دو رکعتیں بھی شامل ہوتیں

۱۔ پ ۲۱۔ السجدہ ۲۔ پ ۱۵۔ بنی اسرائیل ۳۔ بخاری ۴۔ بخاری

۳۔ نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللَّهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنْ اللَّيْلِ وَكَانَ
بَعْدَهُ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيلًا۔^۱

عبداللہ (ابن عمر رضی اللہ عنہ) اچھا آدمی ہے کاش وہ تہجد پڑھتا اس
کے بعد سے وہ رات کو نہ سوتے مگر تھوڑا۔

۴۔ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ طَرَفَهُ وَفَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَصَلِّيَانِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْفُسَنَا بِيَدِ
اللَّهِ فَإِذَا شَاءَ أَنْ يَبْعَثَنَا بَعَثَنَا۔^۲

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بلاشبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
ایک رات ان کے اور فاطمہ بنت رسول اللہ (رضی اللہ عنہما) کے پاس
آئے اور فرمایا تم دونوں نماز کیوں نہیں پڑھتے میں نے کہا یا رسول
اللہ ہماری جانیں تو خدا کے اختیار میں ہیں جب وہ ہمیں اٹھائے گا
تو ہم اٹھ جائیں گے۔

۵۔ يَا عَبْدَ اللَّهِ لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ كَانَ يَقُومُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ۔^۳
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ اس شخص کی طرح نہ ہونا جو رات
کو قیام کرتا تھا پھر اس نے چھوڑ دیا۔

۱۔ بخاری شریف

۲۔ ایضاً

۳۔ ایضاً

ان احادیث کی روشنی میں مزید کوئی گنجائش نہیں کہ رات کی عبادت گونفلی ہے مگر اس کی خوب رغبت دلائی گئی اگر ہم فضائل پر بات کریں تو طوالت کا ڈر ہے تاہم یہ حدیث قدسی ہے

يَتَقَرَّبُ إِلَى اللَّهِ بِالنَّوَافِلِ ۱۔

اللہ فرماتا ہے:

بندہ نوافل کی کثرت سے قرب الہی حاصل کرتا ہے

اور شب بیداری نفس کو روندنے والی اور بات کو خوب بنانے والی ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے

هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلاً ۲۔

اور یہ صوفیاء کے دستور العمل کا ایک اہم امر ہے۔

۳۔ تلاوت قرآن بالترتیل:

ترتیل کے معنی ہیں ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً ۳۔

اور قرآن حکیم کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھو

مزید ارشاد ہے:

لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلاً ۴۔

ہم نے یونہی قرآن کو بتدریج اتارا کہ اس سے تمہارا دل مضبوط

کریں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا

۱۔ بخاری ۲۔ ۲۹۔ المزل ۳۔ ۲۹۔ المزل ۴۔ ۱۱۹۔ الفرقان

یعنی اللہ تعالیٰ نے ہمیں قراءت میں ترتیل کرنے یعنی ٹھہر ٹھہر کر اطمینان سے پڑھنے اور اچھی طرح ادائیگی کا حکم فرمایا تا کہ معانی میں تدبر حاصل ہو اور مفہوم قرآن تک رسائی ہو اور تلاوت سے باطن میں انوار کا ورود ہو اور تمہارے قلب میں اس کی تاثیر خوب اثر کرے اور آنکھیں آنسو برسائیں جیسا کہ نجاشی بادشاہ اس کے درباری اور اس کی قوم کے علماء نے جب حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سورہ مریم اور طہ کی آیات سنیں ان کا حال اللہ کریم نے خود بیان فرمایا ہے:

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أَنْزَلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ

مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ ۚ

اور جب سنتے ہیں وہ جو رسول کی طرف اترتا تو ان کی آنکھیں دیکھو

کہ آنسوؤں سے ابل رہی ہیں اس لئے کہ وہ حق کو پہچان گئے

یعنی وہ سب زار و قطار رونے لگے اور ان کے دلوں میں رقت پیدا ہو گئی قرآن ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا اثر جب دوسروں پر یوں ہے تو خود پڑھنے والے کا جب وہ معانی کو بھی سمجھ رہا ہو کیا حال ہوگا اسی طرح حبشہ کے ستر آدمی جب خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ سے سورہ یسین سنی تو بہت روئے قرآن حکیم کی تلاوت صبح و شام ضروری ہے جب چاہے پڑھے مگر رات کے وقت تلاوت قرآن طریقت کا وہ درس ہے جو خصوصی طور پر سنت نبوی اور سنت صحابہ ہے اور یہ وہ امر ہے جو ترقی ایمان اور توکل علی اللہ کا ذریعہ ہے ارشاد باری ہے:

وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ
يَتَوَكَّلُونَ ۚ

اور جب ان پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں ان کا ایمان ترقی پائے
اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کریں

یہ تو تمام انبیاء کی مشترک کیفیت حال ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

إِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا ۚ
جب ان پر (انبیاء علیہم السلام) رحمن کی آیتیں پڑھی جائیں گر
پڑتے سجدے کرتے اور روتے

مفسرین کے نزدیک لوگوں کا رونا سماعت آیات کے وقت مستحب ہے۔

ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے کہ بلاشبہ ایک رات رسول اللہ ﷺ حجرہ

مبارکہ سے باہر تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پست آواز کے ساتھ نماز
پڑھتے ہوئے پایا لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے (گھر) پاس سے گزرے تو انہیں

بلند آواز سے تلاوت کرتے پایا پھر جب دونوں خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور

ﷺ نے ان سے پوچھا کہ اے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں نے تمہیں نماز میں آہستہ

تلاوت کرتے ہوئے پایا تو آپ نے عرض کیا قَدْ أَسْمَعْتُ مَنْ نَاجَيْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ

میں جس ذات سے مناجات کر رہا تھا اس کو سنا تھا اور فرمایا اے عمر رضی اللہ عنہ میں جب

تمہاری طرف سے گزرا تو تمہیں بلند آواز سے قراءت کرتے سنا تو انہوں نے عرض کیا یا
رَسُولَ اللَّهِ أَوْ قِظًا لَوْ سَنَّانَ وَأَطْرُدُ الشَّيْطَانَ فِي سَوْتُونَ كُوجَا رَهَاتَا اور شيطان کو بھگا
رہا تھا تو ارشاد فرمایا اَبَا بَكْرٍ اَرْفَعِ مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا وَقَالَ لِعُمَرَ اَخْفِضْ مِنْ
صَوْتِكَ شَيْئًا ابوبکر تم آواز تھوڑی بلند کرو اور عمر تم آواز کو تھوڑا پست کرو۔

ابوداؤد رضی اللہ عنہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کَانَتْ
قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ يَرْفَعُ طَوْرًا وَيَخْفِضُ طَوْرًا۔

رات کی نماز میں آپ ﷺ کا انداز مختلف تھا کبھی قراءت آہستہ کرتے کبھی بلند آواز سے۔

امام بخاری رضی اللہ عنہ نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انس رضی اللہ
عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی قراءت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا ”كَانَتْ
مَدًّا مَدًّا ثُمَّ قَرَأَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ يَمُدُّ بِسْمِ اللَّهِ وَيَمُدُّ بِالرَّحْمَنِ
وَيَمُدُّ بِالرَّحِيمِ“ نبی علیہ السلام ترتیل کے ساتھ طویل قراءت فرماتے اور تلاوت سے
پہلے تسمیہ پڑھتے اور بسم اللہ کو کھینچ کر پڑھتے اور اسی طرح رحمن اور رحیم کو بھی کھینچ کر پڑھتے۔

۵: ذکر الہی: (ذکر اسم ذات و تسبیحات اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود و سلام)

تصوف کے دستور العمل کا یہ پانچواں نکتہ ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا وَسَبِّحُوهُ

بُكْرَةً وَأَصِيلًا۔

اے ایمان والو اللہ کو بہت یاد کرو اور صبح و شام اس کی پاکی بولو
مفسرین کا ارشاد ہے اطراف لیل و نہار کا ذکر کرنے سے ذکر کی طرف اشارہ ہے

۲: وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔

اور اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

۳: وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا۔

اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہور ہو۔

یعنی عبادت میں انقطاع کی یہ صفت ہو کہ دل ماسوا میں مشغول نہ ہو اور سب

علاق منقطع ہو جائیں اور بس توجہ صرف اسی کی طرف ہو۔

۴: وَتَسْبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا۔

اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔

۵: فَاذْكُرُونِي اذْكُرْكُمْ۔

تو تم میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا

مفسرین فرماتے ہیں ذکر کی تین صورتیں ہیں ذکر لسانی، ذکر قلبی اور ذکر بالجوارح

ذکر لسانی تو ثناء، تسبیح و تقدیس ہے، استغفار ہے۔ ذکر قلبی نعماء الہیہ کا تذکرہ ہے

اور ذکر بالجوارح جیسے نماز میں قیام و رکوع اور حدیث صحیحین میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

کہ بندہ مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو ایسے ہی یاد کرتا ہوں اور اگر وہ جماعت

میں یاد کرتے ہیں تو میں اس کو اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ فرماتا ہے اگر مجھے یاد کرو گے تو میں تمہیں اپنی امداد کے ساتھ یاد کروں گا ذکر ہی میں وہ برکت خصوصی ہے کہ جس سے دلوں کو طمانیت ملتی ہے ارشاد باری ہے

أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ۱

آگاہ رہو کہ دلوں کا سکون اللہ کے ذکر کے ساتھ ہی ہے

اور مزید ارشاد ہے

فَإِنَّ الذِّكْرَ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ۲

تو بے شک ذکر مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔

۶: وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا

اور اللہ ہی کے ہیں بہت اچھے نام تو اسے ان سے پکارو (یاد کرو)

حدیث شریف میں ننانون۔ ۷ اسماء الہیہ آئے ہیں اور یاد کرنے والے کے لئے

جنت ہے ہم نے اسی پر انحصار کیا ہے وگرنہ آیات کثیرہ اس موضوع پر موجود ہیں اور یہ مذکورہ

سب آیات ذکر الہی کو شامل ہیں اور یہ قرآن کی تعلیم ہے دعوت ہے اور صوفیاء اس کے داعی

ہیں صرف داعی ہی نہیں بلکہ بالفعل اس طاعت میں مشغول ہیں اور حلقہ بگوش کو بھی یہ درس

دیتے ہیں اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے

فقر قرآن ! اختلاط ذکر و فکر فکر را کامل ندیدم جز بہ ذکر

اب چند ایک احادیث بھی پیش خدمت ہیں کہ متوازی اور غیر متوازی کے متوالوں کو تصوف کے حسن کا نظارہ ہو سکے اور غشاوت بصری کا علاج ہو اور مردہ دلوں کو زندگی کی نعمت کا ادراک ہو۔

۱۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لَا يَذْكُرُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ
اس شخص کی مثال جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں زندہ کی سی ہے اور جو
ذکر نہیں کرتے وہ مردہ کی طرح ہیں۔

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوا قَالُوا وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ
قَالَ حَلَقُ الذِّكْرِ ۲

جب تم جنت کے باغوں سے گزرو تو اس کے میوے کھاؤ عرض کیا
گیا اور جنت کے باغات کون سے ہیں فرمایا اللہ کے ذکر کے حلقے

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ
الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيهِنَّ عِنْدَهُ ۳
جب کوئی جماعت ذکر الہی کے لئے بیٹھتی ہے تو فرشتے انہیں گھیر

لیتے ہیں اور رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے ان پر سکیمنہ (اطمینان) اترتی ہے اور اللہ ان کا تذکرہ ان سے فرماتا ہے جو اس کے قرب میں ہوتے ہیں

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لِكُلِّ شَيْءٍ صَقَالَةٌ وَصَقَالَةُ الْقُلُوبِ ذِكْرُ اللَّهِ وَمَا مِنْ شَيْءٍ أَنْجَى مِنْ عَذَابِ اللَّهِ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ قَالُوا وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ وَلَا أَنْ يَضْرِبَ بِسَيْفِهِ حَتَّى يَنْقَطِعَ ۱۔

ہر چیز کے لئے صفائی (چمکانے) کی کوئی چیز اور دلوں کی صفائی اللہ کا ذکر ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ کے عذاب سے مکمل نجات دلا دے تو وہ ذکر الہی ہے صحابہ نے عرض کیا کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں فرمایا وہ بھی نہیں یہاں تک کہ لڑتے ہوئے تمہاری تلوار بھی ٹوٹ جائے۔

۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ لِلَّهِ تَعَالَى تِسْعَةً وَتِسْعِينَ أَسْمَاءً مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ ۲۔
بے شک اللہ کے ننانوے نام ہیں جو ان کی مواظبت کرے گا یا یاد کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

خود اندازہ لگائیے کہ اسم ذات اللہ کے ورد کی کیا شان ہوگی۔

۶۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَفْضَلُ الْكَلَامِ أَرْبَعُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ۔

سب سے افضل چار کلمات ہیں (۱) سبحان اللہ (۲) الحمد للہ
(۳) لا الہ الا اللہ (۴) اور اللہ اکبر

اور ایک روایت (مسلم ہی کی روایت) أَحَبُّ الْكَلَامِ إِلَى اللَّهِ يَعْنِي اللَّهُ كَ تَزِيدُكَ مَجْبُوبِ
ترین کلمات اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے

أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ۔

مجھے ہر اس چیز سے بڑھ کر محبوب ہیں جس پر سورج طلوع ہوتا ہے

۷۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ
حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ
الْعَظِيمِ۔

”دو کلمے جو زبان پر آسان ہیں لیکن میزانِ عمل میں بھاری اور رب
رحمن کو بڑے محبوب ہیں وہ یہ ہیں سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

۸۔ حضرت مکحول رضی اللہ عنہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَكْثَرُ مِنْ قَوْلٍ لَأَحْوَلٍ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ كَنْزِ الْجَنَّةِ۔^۱

لا حول ولا قوة الا باللہ کی کثرت کرو کیونکہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ہے

۹۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

وَاللَّهِ إِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِينَ مَرَّةً۔^۲

اللہ کی قسم میں اللہ سے دن میں ستر بار سے زیادہ بخشش مانگتا ہوں

اور مسلم شریف کی حدیث میں مائتہ مرتبہ لے کر آیا ہے۔

۱۰۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَوَّلَ مَنْ يُدْعَى إِلَى الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يَحْمَدُونَ اللَّهَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ۔^۳

قیامت کے روز جن کو جنت کے لئے سب سے پہلے بلایا جائے گا

وہ لوگ ہوں گے جو آسانی اور تنگی میں اللہ کی حمد (ذکر الہی) کرتے

رہے ہوں گے۔

۳۔ بیہقی شعب الایمان

۲۔ صحیح بخاری

۱۔ ترمذی

(۲) نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود و سلام:

ارشاد باری ہے:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی اکرم ﷺ پر

اے ایمان والو! پر درود اور خوب سلام بھیجو

نبی ﷺ پر درود و سلام بھیجنا فرض ہے اس لئے ظاہر امر و حکم و وجوب کے لئے

ہے اگرچہ عمر میں ایک ہی مرتبہ ہو اور جمہور کے نزدیک درود و سلام کی کثرت واجب ہے

اور جب بھی آپ ﷺ کا اسم گرامی لیا جائے یا آپ کا تذکرہ ہو ہر بار صلوٰۃ و سلام عرض کرنا

واجب ہے، امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا

”رَغِمَ أَنْفُهُ مَنْ ذَكَرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ“

اس کی ناک خاک آلودہ ہوئی جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور

اس نے مجھ پر درود شریف نہ پڑھا

اور ابن حبان نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے

مَنْ ذَكَرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ

جس کے سامنے میرا ذکر ہوا تو اس نے مجھے پر درود و سلام نہ بھیجا پھر

مر گیا تو دوزخ میں گیا

اور طبرانی نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

شَقِيٌّ عَبْدٌ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ

بد بخت ہے وہ بندہ جس کے سامنے میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر صلوٰۃ نہ

پڑھے۔

یہ حدیث واضح کر رہی ہے اہل شقاوت، درود سے محروم ہیں اور اہل سعادت درود سے مبارک ہیں اور صوفیاء کرام کا گروہ وہ ہے جن کی صحبت میں بیٹھنے والا بد بخت نہیں رہتا بلکہ اسکی شقاوت سعادت میں بدل جاتی ہے اور حدیث بخاری میں ہے

لَا يَشْقَى جَلِيسُهُمْ

اللہ کے دوستوں کا ہم مجلس (حلقہ نشین) بد بخت نہیں ہوتا

یہ استدلال کا معاملہ نہیں یہ فیضانِ نظر و صحبت کا معاملہ ہے عارفِ رومی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

گر با استدلال کا رِ دین بُدے فخرِ رازی ، راز دارِ دین بدے
اگر دین کا معاملہ استدلال کے ساتھ ہوتا تو امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ دین
کے راز دار ہوتے مزید فرماتے ہیں

گر تو سنگِ خار ای مر مر شوی چوں بصاحبِ دل رسی گو ہر شوی
اگر تو سنگِ خار پتھر ہے تو مر مر ہو جائے گا جب کسی اللہ والے کے پاس پہنچے گا تو
موتی ہو جائے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسی مجلس میں بیٹھنے سے منع فرمایا جس میں ذکر خدا نہ ہو اور آپ ﷺ پر صلوة وسلام نہ بھیجا جاتا ہو ایسے لوگ روز قیامت حسرت زدہ اور افسوس میں ہوں گے اگر اللہ چاہے، تو انہیں بخش دے اور اگر چاہے تو عذاب میں ڈالے۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اپنی صحیح میں حدیث شریف نقل کی ہے

”مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرًا“

جو مجھ پر ایک دفعہ درود شریف پڑھے اللہ اس پر دس مرتبہ رحمت

فرماتا ہے

اور ایک حدیث میں دس گناہ مٹا کر دس درجے بلند فرمانے کا ذکر ہے جمہور مشائخ کا ارشاد ہے کہ طریق سلوک، تحصیل معرفت اور قرب الہی کے حصول کے لئے جبکہ اولیاء کرام کا وجود مفقود ہو یا جس زمانہ میں موجود نہ ہوں تو شریعت پر التزام اور نبی کریم ﷺ پر درود کی کثرت لازم ہے۔ یہ مرشد متصرف کا کام دے گا اور درود کی کثرت سے باطن میں ایک نور پیدا ہو جاتا ہے جس سے منازل سلوک طے پا جاتے ہیں اور بارگاہ عالی جناب سے فیضان و امداد حاصل ہوتی ہے اور معیت الہیہ تک ترقی ہوتی ہے اور جس نے صلوة وسلام کو ترک کیا تو اس نے جنت کی راہ گم کر دی۔ (جیسا کہ ابن ماجہ میں مروی ہے)

۶: بحث و تمحیص سے پرہیز اور مخالفین و منکرین سے انقطاع

بحث و تمحیص اچھی بات نہیں جبکہ بے مقصد ہو یا خود غرضی پر مبنی ہو اگر علمی فوائد

مطلوب ہوں اور عملی راہ نمائی کی ضرورت ہو تو بلاشبہ یہ اچھی بات ہے لایعنی امور سے بچنا

حسن اسلام ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے

حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْينُهُ

آدمی کے اسلام کی خوبی ہی یہ ہے کہ وہ لایعنی امور سے پرہیز کرے

اور کوئی ایسی صورت پیش آئے تو قرآن حکیم کی سورۃ المزمل میں ارشاد ہے

” وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا “

اور ان سے عمدگی کے ساتھ الگ یا ایک طرف ہو جاؤ

لڑائی جھگڑے یا تیز کلامی کی نوبت ہی نہ آئے اور راہ سلوک اسی امر کا متقاضی ہے کہ نہایت

عمدگی سے اپنا راستہ الگ کر لو اور مخالفین و منکرین کی باتوں پر صبر کرو کیونکہ ایسے امور میں الجھنا

تمہیں منزل سے دور کر دے گا جو دستور العمل کے ہرگز موافق نہیں

قرآن حکیم میں سورۃ الفرقان میں ارشاد ہے:

وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا۔

اور جب جاہلوں سے تمہارا واسطہ پڑے تو کہو سلام ہے

یعنی سلام متارکت کا رویہ اختیار کرو کہ الجھنا تو خرابی ہے مزید ارشاد ہے

وَإِذَا مَرُّوا بِاللُّغُومِ مَرُّوا كِرَامًا۔

اور اللہ کے بندے جب لغو امور سے گزرتے ہیں تو پہلو بچا کر نکل

جاتے ہیں

ایک اور جگہ مزید ارشاد باری ہے

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ (پ ۱۱۴ النحل)

درگزر (چشم پوشی) سے کام لو (معاف کر دو) اور بھلائی
(اچھی) بات کا کہو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔

امام بخاری و مسلم نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے

”وَ كَرِهَ لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ وَ كَثْرَةَ السُّؤَالِ وَ إِضَاعَةَ الْمَالِ

“اور اللہ نے مکروہ بنا کرنا قیل و قال اور سوال کی کثرت اور مال کا

ضائع کرنا قیل و قال سے مراد ہے فضول لغو باتیں، کج بحثی اور بے

مقصد گفتگو اور صاحب حکمت وہی ہے جو مطلوب سے غرض رکھے

۷: خلوت سکوت اور اعتکاف

خلوت سے یہاں مراد محض تنہائی نہیں بلکہ وہ تنہائی ہے جو مع اللہ ہو اور ایسی تنہائی

سالک الطریقت کے لئے مفید ہے اور ایسا تربیت کے لئے ہے کہ غیبت و چغلی سے بچے

دنیا کی باتوں سے دور ہو اور تنہائی کو ذکر الہی سے غور و فکر سے منور کرے اور شیخ کے حکم کے بغیر

یہ ہرگز درست نہیں بلکہ ہلاکت کا اندیشہ ہے ارشاد نبوی ہے:

الشَّيْطَانُ مَعَ الْوَاحِدِ شَيْطَانٌ اَكِيلٌ اَدْمَى كَمَا تَرَى اَكِيلٌ اَدْمَى كَمَا تَرَى

وَهُوَ مِنَ الْاِثْنَيْنِ اَبَعْدُ وَاَدْمَى هُوَ (اکیلے کی بہ نسبت) دور ہوتا ہے

خلوت مع اللہ کا اختیار کرنا اتباع سنت کے لئے بھی ہے کہ صحیح بخاری میں آغاز وحی والی

حدیث میں مذکور ہے

وَحُبِّبَ اِلَيْهِ الْخَلَاءُ

اور آپ ﷺ کو نزول وحی سے پہلے تنہائی محبوب ہو گئی

اور آپ ﷺ غار حرا میں تشریف لے جاتے تھے عوارف المعارف میں شیخ کریم حضرت سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو بکر وراق رحمۃ اللہ کا قول نقل کیا ہے۔

”دنیا اور آخرت کی بھلائی خلوت اور قلت میں ہے اور دونوں کی

برائی کثرت و جلوت میں ہے“

خلوت کا مقصود خیالات کی یکسوئی اور باطن کی صفائی ہے اور جلسہ بھی اسی قبیل سے ہے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے جو شخص خلوص دل کے ساتھ چالیس دن تک عبادت الہی میں مشغول رہے تو اللہ اس کے دل پر ابواب حکمت کھول دیتا ہے اور رغبت دنیا کم ہو جاتی ہے اور آخرت سے لگاؤ بڑھ جاتا ہے (عوارف) اور قرآن حکیم میں ارشاد ہے

وَإِذْ وَعَدْنَا مُوسَىٰ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً أَن يَأْتِيَنَا بِذِكْرِكِمْ ۖ فَوَجَدَا مِنْهَا شَاكِرًا ۚ وَإِنَّا لَنَرَاهُ فِي خَطَبَيْنِ وَسَّخِرَ لَهُ السَّمَكُ مِنَ الْبَحْرِ ۖ وَجَعَلْنَا الْفَيْلَ لِقَوْمِهِ كَالْعِجْلِ الْمَهِلَّةِ ۗ

الْوَحْدَةَ خَيْرٌ مِّنْ جَلِيسِ السَّوِّءِ وَالْجَلِيسُ الصَّالِحُ خَيْرٌ

مِنَ الْوَحْدَةِ برے ساتھی سے تنہائی بہتر ہے اور اچھا ساتھی تنہائی

سے بہتر ہے۔

سکوت:

سکوت کے معنی خاموشی اور بات چیت سے رکنے کے ہیں خاموشی میں بہت سے فائدے ہیں اور بولنے میں بہت سی خرابیاں ہیں اہل طریقت کے نزدیک بولنا ایک آفت ہے اور ان کے نزدیک قلت کلام گویا علامت صوفیاء ہے لہذا انہوں نے بلا ضرورت کلام ترک کیا اور

اگر کلام حق کے لئے تھا تو گویا ہوئے وگرنہ خاموشی اختیار کی اللہ سبحانہ و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

۱: وَأَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَّعْرُوفًا۔

اور تم بھلائی کے ساتھ گفتگو کرو معروف کے معنی خیر و بھلائی کے ہیں

۲: وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا۔

اور تم لوگوں سے بھلی بات کرو حسنہ کے معنی بھی بھلائی ہیں یا عمدگی کے

۳: قُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا۔

تم پختہ (پکی، محکم) بات کہو

۴: وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ۔

اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو

۵: وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا۔

اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور

نیکی کرے۔

ان سب آیات میں بولنے کا حکم ہے اور وہ مقید ہے بھلائی سے سچائی

سے اور نیکی سے تو لاریب ایسا کلام نہ صرف خیر ہے بلکہ ثواب ہے بابرکت ہے نور ہے اور

انسان کو قوت گویائی اسی لئے عطا کی گئی ہے کہ وہ اس کے لئے نعمت و بھلائی کا باعث ہو اور

کلام میں ادب یہ ہے کہ سوائے امر حق کے نہ بولے اور خاموشی کے آداب میں ہے کہ

۱- پ ۲- البقرہ ۲- پ ۱- البقرہ ۳- پ ۲۲ الاحزاب ۴- پ ۱۱ الحج ۵- پ ۲۳ حم السجدہ

خاموش رہنے والا جاہل نہ ہو اور جہالت پر نہ راضی ہو اور نہ ہی باطل پر چپ رہے اور نہ ہی غفلت کرنے والا اللہ کریم نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے:

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ۔۱

کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو

یعنی خواہ وہ کیسی ہو سوائے قضائے حاجت کے اور وقت جماع کے اس وقت فرشتے آدمی کے پاس سے ہٹ جاتے ہیں فرشتے آدمی کی ہر بات لکھتے ہیں یہاں تک کہ بیماری میں کراہنا اور ایک قول ہے صرف وہی چیزیں لکھتے ہیں جن میں اجر و ثواب یا گرفت و عذاب ہو ایک اور جگہ ارشاد ہے:

أَمْ يَحْسُبُونَ أَنَّا لَنَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ بَلَىٰ

وَرُسُلَنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ۔۲

کیا اس گھمنڈ میں ہیں کہ ہم ان کی آہستہ بات اور ان کی مشورت نہیں سنتے ہاں کیوں نہیں ہمارے فرشتے ان کے پاس لکھ رہے ہیں

مزید ارشاد ہے

وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ كِرَامًا كَاتِبِينَ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ۔۳

اور بے شک تم پر کچھ نگہبان ہیں معزز لکھنے والے جانتے ہیں جو کچھ تم کرو

یعنی محافظ فرشتے ہیں اور تمہارے اقوال و اعمال لکھتے ہیں ان سے تمہاری کوئی بات اور عمل

چھپا نہیں ہے مزید ارشاد ہے

إِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۚ

کوئی جان نہیں جس پر نگہبان نہ ہو

یہ آیات بتا رہی ہیں کہ ہماری ہر بات لکھی جا رہی ہے لہذا گفتگو، بات چیت میں امر حق کی رعایت لازم ہے اور زبان کی حفاظت میں اولین امر یہی ہے کہ خاموش رہے اور اگر بولنا پڑے تو اچھی اور نیکی کی بات کرے اور ہرگز کلام کو طویل نہ کرے کہ غلط باتوں کے ہونے کا خطرہ ہے تو ہم سکوت اور حفاظت لسانی کے بارے میں چند احادیث نقل کرتے ہیں کہ منکرین پر صوفیاء کا دستور العمل حجت ٹھہرے اور انہیں جو خواہ و مخواہ اعتراض کرنے کا خلل ہے اس کا دوا ہر ازالہ ہو تو اس سلسلہ میں ارشادات نبویہ حسب ذیل ہیں:

۱: سَكُوتُ اللِّسَانِ سَلَامَةٌ الْإِنْسَانِ ۚ

زبان کی خاموشی میں انسان کی سلامتی ہے

۲: مَنْ صَمَّتْ نَجَا ۚ

جو چپ رہا اس نے نجات پائی

۳: كُلُّ الْبَلَاءِ مُوَكَّلٌ بِالنُّطْقِ ۚ

ہر مصیبت بولنے سے ہی آتی ہے

۱- پ-۳۰- الطارق ۲- جوامع الکلم ۳- احمد، ترمذی، بیہقی فی شعب الایمان ۴- جوامع الکلم

۴: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ

لِيَصْمُتْ - ۱

جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو اس کو چاہئے کہ بھلی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔

۵: مَنْ يَضْمَنُ لِي مَا بَيْنَ لِحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنُ لَهُ

الْجَنَّةَ - ۲

جو مجھے ضمانت دیتا ہے اس کی جو اس کے جبرٹوں کے درمیان (زبان) اور اس کی جو ٹانگوں کے درمیان ہے۔ میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

۶: إِذَا أَصْبَحَ ابْنُ آدَمَ فَإِنَّ الْأَعْضَاءَ كُلَّهَا تُكْفَرُ اللِّسَانَ

فَتَقُولُ اتَّقِ اللَّهَ فِينَا فَإِنَّا نَحْنُ بِكَ فَإِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا

وَإِنِ اعْوَجَّتْ اعْوَجْنَا - ۳

جب آدمی پر صبح ہوتی ہے تو تمام اعضاء زبان کی خوشامد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے بارے میں اللہ سے ڈرنا کیونکہ ہم تیرے ساتھ ہیں اگر تو سیدھی رہے تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہوگئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے

۳۔ ترمذی عن ابی سعید رضی اللہ عنہ

۲۔ بخاری

۱۔ متفق علیہ

۷: اِمْلَاءُ الْخَيْرِ خَيْرٌ مِّنَ السَّكُوتِ وَالسَّكُوتُ خَيْرٌ مِّنْ اِمْلَاءِ الشَّرِّ (بیہقی)

اچھی بات کہنا خاموشی سے بہتر ہے اور خاموش رہنا بری بات کہنے سے بہتر ہے۔

۸: عَلَيْكَ بِطُولِ الصَّمْتِ فَإِنَّهُ مَطْرَدَةٌ لِلشَّيْطَانِ وَعَوْنٌ لَّكَ عَلَىٰ أَمْرِ دِينِكَ (بیہقی)

تم پر لمبی خاموشی لازم ہے کیونکہ یہ شیطان کو بھگانے والی اور دینی کاموں میں تمہاری مددگار ہوگی۔

۹: إِنَّ عُمَرَ دَخَلَ يَوْمًا عَلَىٰ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ وَهُوَ يَحْبُدُ

لِسَانَهُ فَقَالَ عُمَرُ مَهْ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ إِنَّ هَذَا أَوْرَدَنِي الْمَوَارِدَ۔ (موطا امام مالک)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک روز ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ اپنی زبان کھینچ رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ٹھہریے اللہ آپ کو معاف فرمائے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ مجھے ہلاکت کی جگہوں میں پہنچا دیتی ہے۔

یاد رہے کہ اس حدیث میں شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا ذکر ہے جن سے بڑھ کر بزرگ اس امت میں نہیں اور اس ہستی (ابو بکر رضی اللہ عنہ) کا ارشاد ہے جس کے ایمان کے مقابل میں ساری امت کا ایمان ہم پلہ نہیں اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے

”اِقْتَدُوا بَعْدِي اَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ“۔^۱

میرے بعد ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی پیروی کرو

۱۰: عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

مَقَامُ الرَّجُلِ بِالصَّوْمِ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ سِتِّينَ سَنَةً۔^۲

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی کا خاموشی پر قائم رہنا ساٹھ

سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

۱۱: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا اخَوْفُ مَا تَخَافُ عَلَيَّ قَالَ فَاخَذَ

بِلِسَانِ نَفْسِهِ وَقَالَ هَذَا۔^۳

سفیان نے کہا یا رسول اللہ سب سے خوفناک چیز کیا ہے جن سے

آپ مجھے ڈراتے ہیں راوی کا بیان ہے کہ آپ نے اپنی زبان

مبارک کو پکڑ کر کہا یہ (یعنی زبان)

۱۲: عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اِذَا كَذَبَ الْعَبْدُ تَبَاعَدَ عَنْهُ الْمَلِكُ مَيْلًا مِّنْ نَّتْنِ مَا جَاءَ بِهِ۔^۴

جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بدبو کے باعث فرشتہ اس سے

ایک میل پرے ہٹ جاتا ہے۔

۱۳: مَنْ حَفِظَ لِسَانَهُ سَتَرَ اللَّهُ عَوْرَتَهُ۔^۵

۱۔ بخاری ۲۔ بیہقی ۳۔ ترمذی ۴۔ ترمذی ۵۔ الترغیب والترہیب جز ۳

جس نے زبان کو سنبھالا اللہ نے اس کا پردہ رکھا۔

۱۴: لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ حَقِيقَةَ الْإِيمَانِ حَتَّى يَخْزُنَ مِنْ لِسَانِهِ ۱

انسان جب تک اپنی زبان کو بند نہ کرے وہ ایمان کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا۔

۱۵: كُفِّ لِسَانَكَ إِلَّا عَنْ خَيْرٍ ۲

زبان کو بھلی بات کے سوا ہر چیز سے روک لے

بنی اسرائیل میں چپ کا روزہ ہوا کرتا تھا جیسا کہ سورہ مریم میں ہے:

إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَنِ صَوْمًا فَلَنْ أَكَلِمَ الْيَوْمَ أَنسِيًّا

میں نے رب رحمن کے لئے روزہ کی نذر مانی ہے تو میں آج ہرگز

کسی انسان سے کلام نہیں کروں گی

ایک زبان کی پابندی خاموشی و سکوت کا اختیار کرنا ہزاروں راحتوں برکتوں کا سبب ہے اور ارشاد نبوی ہے:

طُوبَى لِمَنْ مَلَكَ لِسَانَهُ ۳

جس نے زبان پر قابو پایا اس کے لئے راحت ہے

اور بے قابو زبان آفتوں کا ذریعہ ہے خطاؤں کا باعث ہے ارشاد نبوی ہے:

مَنْ كَثَرَ كَلَامَهُ كَثَرَ خَطَاؤُهُ

جس نے کلام کی کثرت کی اس نے خطاؤں میں بھی کثرت کی

۱۔ الترغیب والترہیب

۲۔ الترغیب

۳۔ الترغیب

اور بعض وقت کا اچھا بولنا درجہ کی بلندی اور بعض وقت کا برا بولنا غضب الہی کا باعث بن جاتا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے:

إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللَّهِ لَا يُلْقَى لَهَا بَالًا
يَرْفَعُ اللَّهُ بِهَا دَرَجَتَهُ وَأَنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ
سَخَطِ اللَّهِ لَا يُلْقَى لَهَا بَالًا لَا يَهْدَى بِهَا فِي جَهَنَّمَ -

آپ ﷺ نے فرمایا بے شک بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا کوئی بول (لفظ) کہہ دیتا ہے جس کو اس نے اہمیت نہیں دی ہوتی لیکن اس کے باعث اللہ اس کا درجہ بلند کر دیتا ہے اور بندہ اللہ کی ناراضگی کا کوئی لفظ کہہ دیتا ہے جس کی اسے خرابی کا احساس نہیں ہوتا لیکن وہ اسے جہنم میں لے جاتا ہے۔

صوفیاء کرام کے چند اقوال بھی ملاحظہ فرمائیں:

۱: حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ عَرَفَ اللَّهَ كَلَّ لِسَانُهُ ۱

جس نے اللہ کو پہچان لیا اس کی زبان گنگ ہو گئی

۲: مخدوم ابوالحسن علی ہجویری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مَنْ كَانَ سَكُوتُهُ حَيَاءً ۱ كَانَ كَلَامُهُ حَيَوَةً ۲

جس کا سکوت حیا کی وجہ سے ہے اس کا کلام زندگی ہے

۲- کشف المحجوب

۱- التعرف

۳: حضرت ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

مَنْ كَانَ سَكُوتُهُ لَهُ ذَهَابًا كَانَ كَلَامُهُ لِغَيْرِهِ مُذْهِبًا
جس کی خاموشی اس کے لئے سونا ہوتی ہے اس کا کلام اس کے غیر
کے لئے کیمیا ہوتا ہے

۴: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

جس کلام میں حکمت نہ ہو وہ لغو ہے اور جس کا سکوت فکر نہ ہو وہ سہو
ہے۔

۵: غنیۃ الطالبین میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قول نقل کیا ہے:
عبادت کے دس حصے ہیں نو حصے تو خاموشی ہیں اور ایک خلوت

اعتکاف:

مسجد میں اللہ کے لئے نیت کے ساتھ ٹھہرنا اعتکاف ہے جامع مسجد ہونا اعتکاف
کے لئے شرط نہیں ہر مسجد میں اعتکاف صحیح ہے اگرچہ وہ مسجد جماعت نہ ہو اور اعتکاف
مسنون بغیر روزہ کے نہیں اور افضل یہی ہے کہ جماعت والی مسجد میں کرے ارشاد باری ہے

وَأَنْتُمْ عَلَيْكُمْ فِي الْمَسَاجِدِ

اور تم مسجدوں میں اعتکاف کئے ہوتے ہو

صحیحین میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ

رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرماتے تھے ابن ماجہ میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معتکف کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وہ گناہوں سے باز رہتا ہے اور نیکیوں سے اس قدر ثواب ملتا ہے

جیسے اس نے تمام نیکیاں کیں

بیہقی نے سبط پیغمبر امام ذی شان امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

جس نے رمضان میں دس دنوں کا اعتکاف کیا تو ایسا ہے جیسے اس

نے دو حج اور دو عمرے کئے

عورتیں گھر ہی میں اعتکاف کریں اور اعتکاف رمضان سنت کفایہ ہے اور

اعتکاف کی زبان سے منت مانی تو یہ اعتکاف واجب ہے۔ ان دونوں کے علاوہ اعتکاف

مستحب اور سنت غیر مؤکدہ یا نفل ہے۔ طریقت میں صوفیاء مریدوں کو اعتکاف مسنون کا حکم

دیتے ہیں جس کا مقصد تربیت روحانی ہے اور تقرب الی اللہ کے لئے اعتکاف ایک اہم عملی

تعلیم ہے اور ہم نے اس کی دینی اہمیت اوپر واضح کر دی ہے۔

۸: فکر و مراقبہ اور محاسبہ نفس:

یہ تینوں امور صوفیاء کے دستور العمل کا ایک خصوصی تربیتی پروگرام ہے کہ صوفی

اپنے آپ کو فکر و مراقبہ میں مشغول کرے۔ فکر کا مقصد یہ ہے کہ انسان پر واضح ہو جائے کہ

اسے بے مقصد پیدا نہیں کیا گیا اور اس کی تخلیق کا ایک مقصد ہے کہ وہ عطا کردہ صلاحیتوں کو

کیونکر بروئے کار لاتا ہے اور آخرت کے لئے اس نے کیا تیاری کی ہے اسے عقل و شعور کی

دولت عطا کی گئی ہے اور غور و فکر نہ کرنے اور عقل سے کام نہ لینے پر اللہ نے مذمت کی ہے

ارشاد باری ہے:

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الضُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۗ
یقیناً اللہ کے نزدیک بدترین جاندار وہ بہرے گونگے لوگ ہیں جو
عقل سے کام نہیں لیتے

صوفیاء کے نزدیک فکر سے مراد ذات الہیہ کی طرف راہ نمائی ہے تفکر فی الخلق کا دائرہ
بہت وسیع ہے مگر اللہ اور بندے کا تعلق، بندے کے مقام کا تعین اپنے نفس کے بارے میں
تفکر ہی صوفیا کا مرکزی نقطہ میں ارشاد باری ہے:

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنفُسِهِمْ ۚ
کیا انہوں نے اپنے نفس کے بارے میں غور و فکر نہیں کیا

اور مزید ارشاد ہے:

وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ
هَذَا بَاطِلًا ۗ ۓ

اور غور و فکر کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اے ہمارے
پروردگار تو نے اسے یونہی پیدا نہیں کیا۔

تدبر و تفکر در حقیقت ایمان کی حیات اور عبادت کی روح ہے اور معرفت الہیہ کا
ذریعہ ہے اور قرآن حکیم میں تدبر و تفکر کی دعوت اور ترغیب عام ہے۔ ایک حدیث میں ہے:

تَفَكَّرُ سَاعَةً خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِ الثَّقَلَيْنِ

آیات الہیہ میں ایک ساعت کا فکر کرنا ثقلین کے عمل سے بڑھ کر ہے

حدیث شریف میں ہے:

أَعْطُوا عَيْنَكُمْ حَقَّهَا مِنَ الْعِبَادَةِ

آنکھوں کو عبادت میں ان کا حصہ دو عرض کیا گیا

آنکھوں کا حصہ کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کلام الہی میں فکر کرنا ایک اور حدیث

میں ہے آیات الہیہ میں غور و فکر کی ایک ساعت ستر برس کی عبادت سے بڑھ کر ہے مزید

حدیث میں وارد ہے:

تَفَكَّرُوا فِي خَلْقِ اللَّهِ وَ لَا تَفَكَّرُوا فِي ذَاتِ اللَّهِ۔

اللہ کی مخلوق میں فکر کرو اور ذات الہی میں فکر نہ کرو

مراقبہ:

مراقبہ کے معنی انتظار کرنے کے ہیں جبکہ صوفیاء کے گردن جھکا کر دل پر توجہ

کرنے اور اس کے نورانی کوائف یا معرفت کے منتظر ہونے کا نام مراقبہ ہے مراقبہ رقبۃ سے

ہے اور رقبۃ گردن کو کہتے ہیں اور مراقبہ گردن جھکا کر دل پر توجہ رکھنے کا نام ہے اور اسرار

قلوب کی معرفت کا وصول ہے صوفیاء کے نزدیک مراقبہ بدوایہ النظر الی الخالق مراقبہ

خالق کی طرف دیکھنا ہے جب دل متوجہ الی اللہ ہوتا ہے یا متوجہ الی غیر اللہ ہوتا ہے تو اعضاء

جو دل کے تابع ہیں اسی جانب متوجہ ہوتے ہیں مراقبہ کا کمال دل کی پابندی پر ہے اور نتیجہ یہ کہ تصور محبوب میں ایسا مستغرق ہو کہ ماسوا کی خبر نہ رہے اور مراقبہ کا عمل اس آیت قرآن سے واضح ہے:

وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۱

اور وہ تمہارے نفوس میں ہے تو تم کیوں نہیں دیکھتے

اور حدیث شریف میں ہے:

أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ ۲

کہ تو اللہ کی بندگی اس طرح کر گویا کہ تو خدا کو دیکھ رہا ہے پھر اگر تو

اس کو نہیں دیکھ رہا تو بے شک وہ ضرور تجھے دیکھ رہا ہے

نماز و اذکار سے فراغت پر مراقبہ کرنا صوفی کے لئے فلاح فوز و کامرانی ہے مراقبہ

کی بہت سی صورتیں ہیں اور یہ سب بغیر صحبت کے ممکن نہیں مراقبہ مشاہدہ کا زینہ ہے مراقبہ

کے بغیر محاسبہ ممکن نہیں غنیۃ الطالبین میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”یہ مراقبہ تمام خوبیوں اور بھلائیوں کی اصل ہے اور اس درجہ تک

سالک کی رسائی ان چیزوں کے بغیر نہیں ہوتی اعمال کا محاسبہ، جلد

از جلد اصلاح احوال، راہ حق پر ثبات، اللہ سے قلبی محبت اور اس کی

حفاظت اور پاس انفاس ہے“

محاسبہ نفس:

نفس جملہ خرابیوں، برائیوں اور شرارتوں کی جڑ ہے اور ہر بڑی مصیبت اور پریشانیاں اسی کی وجہ سے آتی ہیں اور یہ بالکل یہ دشمن ہے بلکہ ابلیس سے بھی بڑھ کر دشمن ہے اور بندہ پر لازم ہے کہ نفس کے کسی بیان پر خواہ وہ بظاہر سچا یا محمود نظر آئے ہرگز اعتماد نہ کرے اور اس کی مکمل مخالفت کرے صوفیاء کے نزدیک اس کا احتساب لازم ہے نگرانی کرے اور اللہ سے مدد چاہے کہ اس پر غلبہ حاصل رہے اور غفلت سے بچے یہ ایسا دستور العمل ہے جو دین کی روح اور سلامتی کی کلید ہے ارشاد باری ہے:

۱۔ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ۔

اور یہ ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ دیکھے کہ اس نے آئندہ کل کے لئے کیا توشہ آگے بھیجا ہے۔

۲۔ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَىٰ مِنْكُمْ خَافِيَةٌ۔

جب تم اس دن پیش ہو گے تو کوئی پوشیدہ بات تم سے چھپی نہ رہے گی

۳۔ اِقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا۔

فرمایا جائے گا اپنا نامہ اعمال پڑھ آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کو بہت ہے۔

۴۔ يُنَبِّأُ الْإِنْسَانَ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَىٰ

نَفْسِهِ بِصِيرَةٍ وَلَوْ أَلْقَىٰ مَعَاذِيرَهُ۔

اس دن آدمی کو اس کا سب اگلا پچھلا بتا دیا جائے گا بلکہ آدمی خود ہی اپنے حال پر پوری نگاہ رکھتا ہے اور اگرچہ اس کے پاس جتنے بہانے ہوں سب لا ڈالے

۵: عَلِمْتُ نَفْسٌ مَّا قَدَّمْتُ وَآخَرْتُ۔ ۲

ہر جان جان لے گی جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے

عوارف المعارف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اے لوگو اس سے

قبل کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے اپنے نفس کا خود محاسبہ کرو ارشاد الہی ہے:

أَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ

کیا ہی اچھا ہے وہ شخص جو نفس کے ہر عمل کی نگہداشت کرتا ہے

شہاد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الْكَيْسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ۔ ۳

عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے (قابو میں رکھے) اور

موت کے بعد کام آنے والے عمل کرے

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَلَا تَكُونُوا مِنْ أبنَاءِ الدُّنْيَا فَإِنَّ الْيَوْمَ عَمَلٌ لِّحِسَابٍ وَغَدًا

حِسَابٌ لَا عَمَلٌ ۱

تم دنیا پرست نہ بنو کیوں کہ آج عمل ہے اور حساب نہیں اور کل

(بروز قیامت) حساب ہوگا عمل نہیں

اور جابر رضی اللہ عنہ نے ایسے ہی رسول اللہ ﷺ سے کہا ہے جیسے بیہتی نے شعب الایمان

میں روایت کیا ہے شیخ ابوبکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

افضل کام سر باطن کی حفاظت ظاہر کا محاسبہ اور باطن کی نگہداشت ہے ۲

۹: صبر و توکل: صوفیاء کے دستور العمل کا ایک اور اہم امر ہے:

صبر:

صبر کے لغوی معنی روکنا، برداشت کرنا، کسی بات پر قائم رہنا، شکوہ نہ کرنا،

پریشانیوں اور مصیبت کے وقت بے سکون اور مضطرب نہ ہونا اور تنگی کے وقت میں کشائش کا

انتظار کرنا ہے اصطلاح میں ثابت قدمی اور دل کی مضبوطی کے ساتھ پریشانیوں پر قابو پانا

صبر ہے امام راغب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صبر شرع و عقل کے مطابق ان امور سے باز رہنا

ہے جن سے بچنا ضروری ہے اور اللہ پر کامل بھروسہ ہے۔ ارشاد باری ہے:

إِصْبِرْ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ ۳

تو صبر کیجئے بلاشبہ کامیابی پر ہمیزگاروں کے لئے (یعنی انتظار کریں

بالآخر کامیابی آپ ہی کے لئے ہے)

۳۔ پ ۱۱۰ ہود

۲۔ عوارف

۱۔ بخاری فی ترجمۃ الباب

۲: وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝۱

اے حبیب اپنے پروردگار کے لئے صبر کیجئے
یعنی مخالفین معاندین کے طعن کو خاطر میں نہ لائیں پامردی سے مستقل مزاجی
سے اپنی مقصود پر قائم رہیں اور حالات کے جبر کا صبر سے مداوا کریں۔

۳: وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ ۝۲

اور صبر کرنے والے اس مصیبت پر جو انہیں پہنچے
یعنی مضطرب یا بے قرار نہ ہوں برداشت کریں نتیجہ ان شاء اللہ آپ کے حق میں ہوگا
صبر کی حقیقت یہی ہے نفس اطاعت الہی میں مجاہدہ کرے۔ مصیبت میں مستقل مزاج رہے
اور پامردی کا مظاہرہ کرے اور تسلی و اطمینان کے ساتھ شریعت پر قائم رہے اور قضائے الہی
پر راضی رہے اور شکوہ و شکایت سے بچے قرآن حکیم میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی،
حضرت یعقوب علیہ السلام کی فرزند یوسف علیہ السلام سے فرقت اور ابتلاء میں حضرت
ایوب علیہ السلام کی پامردی و استقلال کے تفصیلی تذکار صبر کے عظیم نمونے اور صابروں کے
لئے ہر گام پر راہ نما ہیں اور اللہ کریم نے اپنی کتاب میں اہل ایمان کو حکم دیا ہے:

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۝۳

اور نماز و صبر سے مدد حاصل کرو

صوفیاء فرماتے ہیں کہ دنیا کی زندگی بلاء و امتحان ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۗ

اللہ نے موت و زندگی بنائی تاکہ تمہیں جانچے کہ تم میں سے کس کی

کارکردگی اچھی ہے

اور بلاء و امتحان پر صبر کے بغیر کیونکر گزارا ہو سکتا ہے مصائب و مشکلات میں اور

غموں و پریشانیوں کے اندھیروں میں صبر ہی وہ روشنی ہے جو جرات و استقلال عطا کرتی ہے

ارشاد نبوی ہے:

الصَّبْرُ ضِيَاءٌ صَبْرٌ رُشْنٌ كَرْنٌ وَالْاِسْتِثْقَالُ

مشکلات کی آسانی اور اللہ کی نصرت صبر ہی میں ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے:

ان النصر مع الصبر بے شک اللہ کی نصرت صبر کے ساتھ ہے۔

سب سے بڑی بات یہ ہے جو پیر طریقت برکت بر صغیر، عظیم صوفی ہمارے مخدوم

ابوالحسن جویری رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب میں بطور تجزیہ یہ کہی ہے کہ شکر نعمت پر ہوتا ہے

اور شکر کا نفع نعمتوں میں اضافہ ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے؛

”لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَا زِيدَنَّكُمْ“

اگر تم شکر کرو گے تو ہم نعمتوں میں اضافہ کر دیں گے

جبکہ صبر بلاء و امتحان پر ہوتا ہے اور اگر تم صبر کرو گے تو ارشاد باری ہے:

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ تو بلاشبہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

تو صبر کا درجہ شکر پر واضح ہو گیا کہ شکر کا ثمرہ نعماء الہیہ ہے جبکہ صبر کا ثمرہ خود معیت الہیہ ہے اور یہی وہ تعلیم ہے جو صبر سے مقصود ہے کہ سالک ہر حال میں معیت الہی کا طلبگار رہے

توکل:

توکل کے لغوی معنی اعتماد اور بھروسہ کرنے ہیں اور توکل کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اپنے جملہ اوامر اللہ کے سپرد کرے اور تسلیم کا رویہ اختیار کرے اپنے پروردگار کے وعدہ پر مطمئن ہو کر پرسکون رہے اور راضی برضار ہے صوفیاء کے نزدیک توکل یہ ہے صرف ذات باری پر بھروسہ کرے اور اسے اپنا کارساز جانے اور مادی تعلقات پر اعتماد نہ کرے جیسا کہ سورۃ المزمل (پ ۲۹) میں ارشاد باری ہے:

فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا - تو اسی (اللہ ہی) کو اپنا وکیل (کارساز) بنا لو

اور وہی تمہیں ہر لحاظ سے کافی ہے توکل سے معرفت توحید حاصل ہوتی ہے اور حقائق منکشف ہوتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی فاعل حقیقی نہیں گو ضرورت اسباب یا ان کی فراہمی توکل کے منافی نہیں، تدبیر ہو یا سعی و کوشش سبھی کی کامیابی مشیت الہیہ پر ہے، اور ارشاد باری ہے:

مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

اور صوفیاء کا قول ہے

لَا فَاعِلَ فِي الْحَقِيقَةِ إِلَّا اللَّهُ

تاہم مختصراً مفہوم یہ ہے کہ توکل قرآن حکیم میں ترک عمل کا نام نہیں بلکہ مستحکم عزم

وارادہ سے کام کو انجام دینے اور نتائج کو اللہ کے بھروسہ پر چھوڑ دینے کا نام ہے ارشاد باری ہے

۱: وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ۔

اور جو اللہ پر بھروسہ رکھے تو وہ ہی اسے کافی ہے

۲: وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔

اور اللہ ہی پر بھروسہ رکھو اگر تم ایمان والے ہو۔

۳: وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ۔

اور مومنوں کو چاہئے کہ اللہ پر ہی توکل (بھروسہ) کریں

۴: فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ۔

پھر جب آپ ﷺ عزم کر لیں تو اللہ ہی پر اعتماد رکھو بے شک

اللہ تعالیٰ بھروسہ رکھنے والوں کو پسند کرتا (دوست رکھتا) ہے۔

۵: وَقَالُوا احْسَبْنَا اللَّهَ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ۔

اور وہ بولے کافی ہے ہمیں اللہ اور وہ خوب کارساز ہے۔

یہ آیات توکل کی اہمیت اور اس کے مفہوم کو خوب واضح کر رہی ہیں اور صوفیاء کا یہ دستوری

نکتہ قرآن حکیم کی تعلیم پر عمل کا منہ بولتا ثبوت ہے مزید چند احادیث اسی حوالے سے پیش ہیں

۱: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

۱-پ ۲۸-الطلاق ۲-پ ۴-ال عمران ۳-پ ۲۸-التغابن ۴-پ ۴-ال عمران ۵-پ ۴-آل عمران

يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ هُمْ
 الَّذِينَ يَسْتَرْقُونَ وَلَا يَتَطَيَّرُونَ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۱
 میری امت کے ستر ہزار افراد حساب کے بغیر جنت میں داخل
 ہوں گے وہ نہ جاہلانہ جھاڑ پھونک کرتے ہوں گے اور نہ شگون لیتے
 ہوں گے بلکہ اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہوں گے۔

۲۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس کا ایک حصہ یہ ہے:

هُوَ لِأُمَّتِكَ وَمَعَ هَؤُلَاءِ سَبْعُونَ أَلْفًا قَدْ أَهَمُّهُمْ يَدْخُلُونَ
 الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ هُمْ الَّذِينَ لَا يَتَطَيَّرُونَ وَمَا يَسْتَرْقُونَ
 وَلَا يَكْتُمُونَ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ
 مِحْصَنٍ فَقَالَ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَ مِنْهُمْ مَنْهُمْ قَالَ اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ
 مِنْهُمْ ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ ادْعُ اللَّهَ أَنْ تَجْعَلَ مِنْهُمْ
 فَقَالَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ ۲

کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار افراد ہیں
 جو ان کے آگے آگے بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے وہ
 شگون نہیں لیتے جاہلانہ جھاڑ پھونک نہیں کرتے اور داغ نہیں
 لگواتے بلکہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں حضرت عکاشہ بن

محسن (رضی اللہ عنہ) کھڑے ہو کر عرض گزار ہوئے حضور اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے ان میں سے کر دے آپ نے دعا فرمائی اے اللہ سے ان میں شامل کر دے پھر دوسرا آدمی کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ میرے لئے بھی دعا فرمائیے کہ اللہ مجھے بھی ان میں شامل فرمائے فرمایا عکاشہ تم پر سبقت لے گئے۔

۳: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا:

لَوْ أَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُونَ عَلَى اللَّهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُمْ كَمَا
يَرْزُقُ الطَّيْرُ تَغْدُوا حِمَاصًا وَتَرُوحَ بَطَانًا۔
اگر تم اللہ پر اسی طرح بھروسہ کرو جیسا بھروسہ کرنے کا حق ہے تو
تمہیں پرندوں کی طرح روزی دی جائے کہ صبح کے بھولے نکلتے
ہیں اور شام کو سیر ہو کر واپس آتے ہیں۔

۴: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ قَلْبَ ابْنِ آدَمَ بِكُلِّ وَادٍ شُعْبَةٌ فَمَنْ اتَّبَعَ قَلْبَهُ الشُّعْبَ
كُلَّهَا لَمْ يُبَالِ اللَّهُ بِآبِي وَادٍ أَهْلَكَهُ وَمَنْ تَوَكَّلَ عَلَى اللَّهِ
كَفَاهُ الشُّعْبَ۔

ہر ایک جنگل میں آدمی کے دل کی ایک شاخ ہے جو اپنے دل کی کسی شاخ کے پیچھے لگا تو اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں کہ وہ کسی جنگل میں ہلاک ہو جائے اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے تو وہ تمام شاخوں کی طرف سے کفایت ہے۔

۵: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللَّهَ وَإِذَا اسْتَعْنَتْ فَاسْتَعِنِ بِاللَّهِ وَاعْلَمْ
أَنَّ الْأُمَّةَ لَوْ اجْتَمَعَتْ عَلَىٰ أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ
يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ وَلَوْ اجْتَمَعُوا عَلَىٰ
أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ
عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجُضَّتِ الصُّحُفُ۔

جب کچھ مانگنا ہو تو اللہ سے مانگو اور جب مدد درکار ہو تو اللہ سے مدد لو اور جان لو کہ تمام امت (سارے لوگ) اگر اس بات پر تل جائیں کہ کسی چیز کے ساتھ تمہیں نفع پہنچانا ہے تو نفع نہیں پہنچا سکیں گے مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دیا اور اگر سارے تمہیں کسی چیز کے ساتھ نقصان پہنچانے پر تل جائیں تو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے قلم اٹھائے گئے اور دفتر خشک ہو چکے ہیں

اب چند اقوال صوفیاء کے پیش ہیں جو حقیقت نفس الامری کے غماز ہیں:

۱: حضرت علی رود باری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

”توکل میں تین باتیں قابل توجہ ہیں اول یہ کہ ملے تو شکر ادا کرے

اور نہ ملے تو صبر کرے۔

دوم یہ کہ حصول و عدم حصول دونوں اس کی نظر میں یکساں ہوں سوم یہ کہ نہ ملنے پر

اس وجہ سے شکر کرے کہ اللہ نے اس کے لئے یہی پسند کیا ہے تو مجھے بھی یہی پسند ہے۔

۲: حضرت حمدون رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

”اللہ تعالیٰ کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ لینا توکل ہے“

۳: حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

غیر اللہ سے امید و بیم منقطع کرنے کا نام توکل ہے۔

۴: حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

توکل یہ ہے کہ اپنی تدبیر کو راہ خدا میں فنا کر دے اور اللہ تعالیٰ جو تیرا

ضامن و مددگار ہے راضی رہے۔

۵: حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

”توکل اللہ تعالیٰ کی کارسازی پر خوش ہونا (رہنا) ہے

۶: حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

نفس کی تدبیر کا ترک اور اپنی قوت اور غلبہ کا سہارا چھوڑ دینا توکل ہے

۷: حضرت سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

جملہ مخلوق کے رزاق (اللہ) کی معرفت کا نام توکل ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اونٹنی سوار حاضر

بارگاہ رسالت ہوا اور عرض کیا کہ اللہ پر توکل کرتے ہوئے اس اونٹنی کو یوں ہی چھوڑ دیتا ہوں
تو آپ ﷺ نے فرمایا جسے مولوی صاحب (عارفِ رومی) رحمۃ اللہ علیہ نے یوں منظوم فرمایا

ہے

بر توکل زانویٰ اشتر بند سے باندھ دو اور پھر اللہ پر توکل کرو

۱۰: خدمتِ خلق: (مخلوق خدا سے محبت اور ان کی خدمت)

مخلوق خدا کے حقوق کی ادائیگی کا نام خدمتِ خلق ہے مخلوق خدا کی مدد، اعانت

، تعاون اور ہمدردی و بھلائی کا سلوک محض رضائے الہی کے لئے بجالانا خدمتِ خلق ہے

خدمتِ خلق اخلاق عالیہ میں سے ایک اہم امر ہے اور صوفیاء کا اساسی نظریہ اخلاق عالیہ ہی

کی ترویج ہے خدمتِ خلق دراصل احسان ہے جو ذاتی اغراض نمود و شہرت اور ریاء سے پاک

ہونا ضروری ہے اور یہ وہ امر ہے جو حقوق کے حوالے سے سبقت رکھتا ہے خلق یا مخلوق کا لفظ

اس عمل کو صرف انسانوں تک ہی محدود نہیں کرتا بلکہ سبھی مخلوق حتیٰ کہ حیوانات اور چرند پرند کو

بھی شامل ہے اس میں اولین شعبہ یہ ہے کہ اللہ کی مخلوق سے محبت رکھے اور ان کی بھلائی

بہتری چاہے، ارشاد باری ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ

بے شک اللہ بندوں پر بڑی ہی مہر والا ہے اور ہاں اکثر لوگ نہیں جانتے

مزید ارشاد ہے:

إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَوْفٌ الرَّحِيمُ -۱

بے شک اللہ لوگوں پر بڑا ہی مہربان اور رحمت والا ہے

اور حدیث پاک میں

الْخَلْقُ عِيَالُ اللَّهِ فَاحْبُ الْخَلْقِ إِلَى اللَّهِ مَنْ أَحْسَنَ إِلَى

عِيَالِهِ -۲

ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے پس مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کو وہ

سب سے پیارا ہے جو اس کے کنبہ سے اچھا سلوک کرے

حالی نے اسے خوب منظوم کیا ہے۔

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے

فرمایا:

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَجِبْتُ مُجْتَبِي لِمُتَعَابِينَ فِيَّ وَالْمُتَجَالِسِينَ

فِيَّ وَالْمُتَزَاوِرِينَ فِيَّ وَالْمُتَبَاذِلِينَ فِيَّ -۳

اللہ فرماتا ہے میری محبت ان کے لئے واجب ہوگئی جو میرے لئے

۳۔ موطا امام مالک رضی اللہ عنہ

۲۔ بیہقی فی شعب الایمان

۱۔ پ ۲

محبت کرتے ہیں میرے لئے مل بیٹھتے ہیں اور میرے لئے ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور میرے لئے مال خرچ کرتے ہیں۔

دوسرا شعبہ مخلوق کی خدمت و بھلائی ہے اور اس میں مسلم غیر مسلم یا حیوانات کی قید نہیں سبھی کے ساتھ حسن سلوک لازم ہے البتہ مسلم کا حق بہر حال مقدم ہے خدمت خلق کا محرک وہ احساس و شعور جو دوسروں کے رنج و الم یا تکالیف کو تڑپ کے ساتھ دیکھے اور ایثار کے ساتھ اس کا مداوا کرے ارشاد باری ہے

وَيُؤْتِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ

اور وہ اپنے پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ وہ خود ضرور تمند ہوں۔

مزید ارشاد ہے:

وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۗ

اور ان کے مالوں میں سوال کرنے والوں اور محروموں کا حق ہے

اور مزید ارشاد ہے:

وَيَطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۗ

اور وہ رغبت کے باوصف محض محبت الہی میں مسکین، یتیم اور قیدی کو

کھانا کھلاتے ہیں

اور حدیث شریف میں ہے:

کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا ائی الاسلام خیر اسلام کی

کوئی بات خیر و بھلائی میں بڑھی ہوئی ہے ارشاد فرمایا:

تَطْعِمُ الطَّعَامَ تَمَّ لَوْ كُنَّ كَوَ كَهَانَ كَهْلًا وَ-۱

جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا يَرْحَمُ اللَّهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ -۲

اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں فرماتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا

ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی ہے:

أَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَعَوِّدُوا الْمَرِيضَ وَفُكُّوا الْعَالِي -۳

بھوکوں کو کھانا کھلاؤ مریضوں کی تیمارداری کرو اور قیدیوں

(یا مقروضوں) کی گردنیں چھڑاؤ۔

اور ایک اور جگہ ارشاد نبوی ہے

مَنْ كَانَ فِي حَاجَةٍ أَخِيهِ كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ -۴

اور جو اپنے بھائی کی حاجت پوری کرے تو اللہ اس کی حاجت پوری

فرماتا ہے

یہ بہت بڑا موضوع ہے جو ایک الگ کتاب کا متقاضی ہے لہذا ہم نے اختصار کو

ہی پیش نظر رکھا ہے نبی اکرم ﷺ اور آپ کے آل و اصحاب خدمت خلق کے عظیم عملی نمونہ

۱- متفق علیہ ۲- ایضاً ۳- ایضاً ۴- ایضاً

تھے اور یہ اہم ترین امر صوفیہ کی معاشرتی زندگی کا روشن ترین پہلو ہے خدمتِ خلق کے جتنے بھی شعبے ہیں صوفیہ نے نہ صرف سب پر عمل کیا بلکہ خود کو اس کے لئے وقف کر دیا اور بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہِ ہدایت دکھائی، ان کے دکھوں کا مداوا کیا غموں کا علاج کیا اور ان کی زندگی با مقصد بنادی خیر خواہی اور بھلائی کے لحاظ سے مسلم اور غیر مسلم کا امتیاز نہ رکھا جو بھی آیا اس پر شفقت کی نوازش کی اور مضطرب الحال اور پریشان الفکر دلوں کو تسکین و راحت کی لذت سے سرشار کیا بھوکوں کو کھانا کھلایا مریضوں کی مزاج پرسی اور بیماروں کا علاج، حاجت مندوں کی حاجت روائی کی اوہام و تشکیک کے اسیروں کو طمانیت قلبی اور معرفت ربانی کی دولت عطا کی جس پر ایک دنیا شاہد عدل ہے یہی طریقت ہے یہی تصوف ہے اور سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے:

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست
 اس کتاب کے خاتمہ پر میں ضرور کہوں گا اللہ کے دوستوں کی صحبت و نسبت اور ان کے طریق کی پیروی ہی نجاتِ اخروی اور جملہ کامیابیوں کی ضامن ہے تصوفِ اسلام کی روح ہے اور ایک ناقابل انکار حقیقت ہے جس تک اسی کو رسائی ہے جو ان لوگوں کے حلقہ سے وابستہ ہو اور جمالِ ہم نشین کے انوار بھی دیکھ سکے گا رہا منکر تو وہ محض ضد میں پڑا ہے اور وہ انصاف کے راستے سے بہت دور ہے جس کا انجام ہلاکت کے سوا کچھ نہیں تصوفِ اسلامی کے خلاف ہرزہ سرائی انہیں لوگوں کا چلن ہے جو دینِ حق کے مخالف، شریعتِ اسلامیہ کی عظمت سے جاہل اور شیطانی راہوں کے مسافر ہیں اور لطف یہ کہ بزعم خویش خود کو ہدایت پر سمجھتے ہیں حالانکہ اللہ کے دوستوں کی مخالفت اور ان کے طریق پر اعتراض فی نفسہ اللہ سے

جنگ ہے اور عصر حاضر میں جدید فکر اور روشن خیالی کا ایک مکر یہ بھی ہے کہ اللہ کے دوستوں کے خلاف زبان درازی کروتا کہ ان کی اپنی منافقت اور بے دینی کا پردہ چاک نہ ہو فیصلہ قارئین پر چھوڑتا ہوں کہ کتاب کے شروع سے آخر تک جو کچھ لکھا ہے کیا یہ سب کچھ دین و شریعت کے خلاف ہے یا یہی حقیقت ہے اور یہی سراسر دین ہے اور اللہ ہی سیدھی راہ کی طرف راہ نمائی فرماتا ہے اور جسے وہ راہ نہ دے تو کوئی اس کا ولی و مرشد نہیں اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے اور ایمان والوں کو تو اسی پر بھروسہ ہے **فلله الحمد والصلوة والسلام** **علی رسولہ النبی الکریم وعلی الہ واصحابہ واولیاء امتہ و علماء ملتہ** **اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین** . حافظ شیرازی نے کیا خوب کہا ہے:

زاهد ظاہر پرست از حال ما آگاہ نیست در حق ماہر چہ گوید جائے ، ہیچ اکراہ نیست
لسان العصر اکبر اللہ آبادی کے دو اشعار کیا ہی خوب ہیں:

طریقت شریعت کی تکمیل ہے طریقت عبادت کی تکمیل ہے
شریعت زبان ہے طریقت نگاہ طریقت قدم ہے شریعت ہے راہ
اور آخر میں اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا شعر خوب ہے:

فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے

حرفِ صادق

حضور سید عالم ﷺ کے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، تابعین، تبع تابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور ان کے بعد تسلسل اور تواتر سے ایک مبارک سلسلہ قائم و دائم ہے جس کے تحت علماء اور صلحاء، امت کی خیر خواہی اور اس کی فوز و فلاح کے لیے برابر کوشاں رہتے ہیں۔ یہ لوگ دراصل دینی علوم و افکار کے امین اور اسلامی کردار و فعل کے وارث ہیں جو نسل در نسل، قرن در قرن اور ورق در ورق اس خزانے کو لٹاتے، پھیلاتے اور منتقل کرتے رہتے ہیں۔ امت کے یہ علماء و صلحاء رشد و ہدایت اور تعلیم و تدریس کے ذریعے اشاعت دین اور اصلاح عامہ کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ ان کی انہی خدماتِ جلیلہ کی بدولت ان کو ”اہل تصوف“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

لغت میں ”تصوف“ کے معانی ”صوف“ (اُون) پہننا ہے اور یہ زُہد و ترکِ دنیا کا اثر ہے۔ اہل عرفان کے نزدیک ”تصوف“ تعمیرِ ظاہر و باطن کا نام ہے۔ ”تصوف“ اصول دین سے اور یہ عبارت ہے ”خلوص و احسان سے“

”تصوف“ وہ علم ہے جس سے تزکیہِ نفوس، تصفیہٴ اخلاق اور ظاہر و باطن کی تعمیر کے احوال پہچانے جاتے ہیں تاکہ سعادتِ اندی حاصل ہو، نفس کی اصلاح ہو اور اللہ رب العالمین جل جلالہ رضا اور معرفت حاصل ہو

”تصوف“ سے مراد یہ ہے کہ خدائی اخلاق اپنے اندر پیدا کرنا، ظاہر و باطن میں آدابِ شرعیہ کی پوری پوری پابندی کرنا، مخلوق اور اس کے سامان سے امید منقطع کرنا، خداوند

قدوس عزوجل کے ساتھ معاملہ صاف رکھنا، دنیا سے قلباً فارغ ہونا، خواہشات نفسانیہ سے دور رہنا، روحانی صفات دل میں پیدا کرنا، تمام اُمت سے خیر خواہی کرنا، ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی فرماں برداری کرنا اور شریعت میں حضور نبی اکرم ﷺ کا اتباع کرنا۔
غرضیکہ

درکے جام شریعت درکے سندانِ عشق ہر ہوسنا کے نداند جام و سندان بافتن
امر تحقیق یہ ہے کہ تصوف کی اصل ”احسان“ ہے جو عبارت ہے ”صدق“ اور توجہ الی اللہ سے۔
حضور سید عالم علیہ التحیۃ والثناء نے ”احسان“ کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی ہے:
یہ کہ عبادت کرے تو خدا کی گویا تو اسے دیکھتا ہے، پس اگر تو اُسے
نہیں دیکھ سکتا اُس کو، پس تحقیق وہ دیکھتا ہے تجھ کو۔“

وہ تمام علوم، اعمال اور احوال جو رجوع الی اللہ کے لئے ضروری یا مفید ہیں، تصوف کے تحت آتے ہیں اور تصوف کے جمیع معنی راجع ہیں اسی اصل کی طرف جسے اصطلاح شریعت میں ”احسان کہتے ہیں۔

تصوف کلیۃً اسلام ہے، اسلام کی روح ہے، اسلام کا حسن و جمال ہے، اسلام کا کمال ہے۔ **آلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ** تصدیق ہے (الزمر) ترجمہ: یاد رکھ لہ اللہ ہی کے لئے ہے عبادت خالص)

تصوف کے چار درجے ہیں (۱) ”شریعت“ (۲) ”طریقت“

(۳) ”حقیقت“ اور (۴) ”معرفت“۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (جو سرتاج العارفین مخزنقشبنداں حضرت بوعلی فارمدی طوسی نقشبندی علیہ الرحمۃ کے مرید باصفا اور خلفیہ اجل تھے) نے ان چار مرتبہ کو اخروٹ سے مثال دی ہے۔ یعنی جسے اخروٹ کے چار درجے ہیں

(۱) ”پوست“ (۲) ”استخوان“ (۳) ”مغز“ (۴) ”روغن“۔ اسی طرح تصوف کے بھی چار مراتب ہیں ”شریعت“ پوست ہے تو ”طریقت“ استخوان، ”حقیقت“ مغز ہے تو معرفت روغن۔ اگر پوست نہ ہو تو استخوان پیدا ہونا محال ہے اور استخوان نہ ہوں تو مغز کہاں اور جب مغز ہی نہ ہو تو روغن کجا۔ پس تصوف ایک درخت ہے جس کی بیج ”شریعت“ ہے اور شاخ ”طریقت“ اور پھول ”معرفت“۔ بہر حال شریعت اصل اصول تصوف ہے۔ شریعت کے بغیر تصوف حاصل نہیں ہو سکتی۔

تصوف کیا ہے؟

(۱) تصوف ایک علم ہے جس کا موضوع ذات و صفات باری تعالیٰ ہے اُس کی غایت وصول بخدا بعمل صالح ہے

(۲) تصوف وہ علم ہے جس کے ذریعے دل کی پاکیزگی و صفائی حاصل ہوتی ہے

(۳) تصوف: پشمینہ پہننا۔ ماخوذ از صوف (ریشم) اصطلاح میں خواہشات نفسانی سے پاک ہونا اور تمام اشیاء میں ظہور خداوند قدوس جل شانہ کا مشاہدہ کرنا۔ اور نام ہے صوفیوں کے علم کا۔

(۴) حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تصوف نام ہے خلقت کی طرف رجوع ہونے سے دل کا صاف

کرنا۔ طبیعت سے الگ ہونا۔ بشریت کو محو کرنا، نفسانی

خواہشات سے دور ہونا۔ صفات روحانی کو اخذ کرنا، علوم حقیقی کو

حاصل کر کے بلند ہونا، اللہ تعالیٰ جل شانہ تک پہنچانے والی

باتوں پر عمل کرنا، تمام امت کو نصیحت کرنا، شریعت میں نبی کریم ﷺ کی مقابعت اور وفاداری کرنا“

(۵) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”احیاء العلوم“ میں فرماتے ہیں علم طریقت آخرت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علم مکاشفہ، دوسرا علم معاملہ۔ قسم اول کا نام علم باطن (تصوف) ہے اور وہ سب علوم کی انتہاء اور علت نہائی ہے اور یہ علم مکاشفہ صدیقیوں اور مقربوں کا علم ہے وہ ایک نور ہے کہ جب دل دل انہی بری صفتوں سے پاک و صاف ہوتا ہے۔ اُس وقت اس میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس کی غایت یہ ہے کہ خدائے پاک جل جلالہ کی ذات اس کی صفات کاملہ دائمی اور اس کے افعال کی معرفت حقیقی اس سے حاصل ہو“

(۶) سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم شیخ حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

تفسیر و حدیث اور فقہ مرّوجہ علوم کا خلاصہ ہیں اور ان کے خلاصہ علم تصوف ہے اور اس کا موضوع اثبات باری تعالیٰ (جل شانہ) کی بحث ہے“

(۷) قاضی ثناء اللہ پانی پتی خلیفہ حضرت مظہر جان جاناں دہلوی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:

تزکیہ اخلاق کے جو احکام شریعت میں مذکور ہیں ان کا نام ”شریعت“ ہے لیکن محض احکام کے جاننے سے تزکیہ اخلاق نہیں ہوتا۔ علمائے ظاہر اخلاق کی حقیقت و ماہیت سے بخوبی واقف ہوتے ہیں لیکن خود ان کے اخلاق پاک نہیں ہوتے۔ یہ مرتبہ مجاہدات و فنائے نفس سے حاصل ہوتا ہے۔ اسی کا نام ”طریقت“ ہے یعنی ”تصوف“

(۸) صاحب ”کشف المحجوب“ حضرت داتا گنج بخش لاہوری علیہ الرحمہ کا ارشاد ہے:

تصوف کے ظاہری معنی ظاہری اصلاح اور صفائے باطن کے ہیں اور ایسے شخص کو جس کا ظاہر و باطن پاکیزہ ہو ”صوفی“ کہتے ہیں۔

(۹) حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حفظ نفسانی کو ترک کرنے کا نام ”تصوف“ ہے اور ”صوفی“ وہ ہوتا ہے جو خواہش نفسانی سے پاک ہو اور اس کی روح کدورت بشری سے

منزہ۔

(۱۰) حضرت امام باقر رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

تصوف سے مراد اخلاق حسنہ ہیں اور ان کا تعلق خالق و مخلوق دونوں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ جلّ شلنہ سے حسن اخلاق یہ ہے کہ اس کی قضا کے سامنے سر جھکا دے اور راضی برضائے مولار ہے اور خلقت کے

ساتھ حسن اخلاق مشہور عام ہو“

(۱۱) حضرت مرعش رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ:

”تصوف حسنِ خلق کا نام ہے اور وہ تین قسم کا ہے

(ا) خداوندِ قدوس کے ساتھ حسنِ خلق یعنی اس کے احکام کو بغیر ریا

کاری کے ادا کرنا

(ب) مخلوق کے ساتھ حسنِ خلق یہ ہے کہ بزرگوں کا ادب اور چھوٹوں

پر شفقت کرنا، برابر والوں سے انصاف کا برتاؤ کرنا اور کسی سے بدلہ

نہ چاہنا۔

(ج) گناہ کے کاموں اور شیطانی وسوسوں سے پرہیز کرنا“

(۱۲) حضرت خفصہ حرار نیشاپوری علیہ رحمۃ کا فرمان ہے:

ہر حال میں ہر مقام، ہر وقت کے آداب کو نگاہ رکھنے کا نام ”تصوف“

ہے جس نے ان آداب کا التزام کیا وہ صاحبِ دل لوگوں کے

درجے تک پہنچ گیا۔“

(۱۳) امام ربانی قندیل نورانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی اپنے مکتوب شریف

میں ارشاد فرماتے ہیں

الغرض علم و عمل دونوں شریعت سے حاصل ہوتے ہیں اور اخلاص جو

علم اور عمل کے لیے روح کی طرح ہے، طریقِ صوفیہ پر چلنے پر منحصر

ہے۔

ایک اور مکتوب شریف میں ارشاد ہوتا ہے:

میرے مخدوم! سلوک کی منزلوں کے طے کرنے اور جذبہ کے

مقامات کو قطع کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس کی سیر و سلوک سے مقصود مقام اخلاص کا حاصل کرنا ہے جو آفاقی اور انفسی معبودوں کی فنا پر منحصر ہے اور یہ اخلاص شریعت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے کیونکہ شریعت کے تین جزو ہیں، علم و عمل و اخلاص۔

مندرجہ بالا ارشادات و فرمودات میں حضرات صوفیائے کرام نے اپنے اپنے مذاق و مقام کے مطابق ”تصوف و صوفی“ کی تعریف فرمائی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حقیقت میں ”اسلام“ کا نام ہی دراصل ”تصوف“ ہے اور جس کا ظاہر و باطن اس سے آراستہ و پیراستہ ہو وہ ”صوفی“ ہے۔ چنانچہ امام ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے ”رسالہ قشیریہ“ میں فرماتے ہیں:

قرونِ اولیٰ میں ”صحابہ کرام“، ”تابعین“، تبع تابعین“ القاب تھے اس کے بعد بزرگانِ دین ”زاهد و پرہیزگار“ کے لقب سے ملقب و ممتاز ہوئے۔ چونکہ یہ دعویٰ ”زہد و عبادت“ کا اہل بدعت کو بھی تھا، اس لیے خاص اہلسنت و جماعت میں سے ”زاهد“ اور ”اہل دل“۔۔ صوفی کہلائے۔ یہ لقب دوسری صدی ہجری کے ختم ہونے سے پہلے رواج پا چکا تھا“

معروف صوفی اور تصوف پر قابل قدر کتاب ”سر دلبران“ کے مصنف سید محمد ذوقی

شاہ رحمۃ اللہ علیہ تصوف کے بارے میں یوں اظہار خیال فرماتے ہیں:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اہل تصوف وہ لوگ ہیں جو صوف کا کپڑا پہنتے

ہیں، بعض کہتے ہیں کہ صوفی وہ لوگ ہیں جو ”اصحابِ صفہ“ کے مشرب پر ہوں۔

اصحابِ صفہ صحابہ کرام کی وہ جماعت تھی جو حضور سید عالم ﷺ کی خدمت میں ہمیشہ رہا کرتی تھی۔ یہ لوگ قریب ستر اسی کے تھے، کم و بیش ہوتے رہتے تھے، علم دین حاصل کیا کرتے تھے، اخلاق حسنہ اخذ کرتے تھے، مشکوٰۃ نبوت سے اقتباس انوار کرتے رہتے تھے، مفلس و نادار تھے، گھر رکھتے تھے نہ در، مسجد نبوی کے باہر ایک سایہ دار چبوترہ پر مقام رکھتے تھے، فقر و فاقہ پر قانع رہتے، متوکلانہ بسر و اوقات ہی ان کا شیوہ تھا، اغنیاء اُن کی خدمت کیا کرتے تھے“

ایک گروہ کہتا ہے کہ اسم صوفی ”صفا“ سے مشتق ہے اور صوفی اہل صفا ہوتے ہیں، جس کے متعلق صوفیہ کرام کے بے شمار اقوال ہیں لیکن امر تحقیقی یہ ہے کہ ”تصوف“ کی اصل احسان ہے جو عبارت ہے صدق توجہ الی اللہ سے“

معروف نقشبندی شیخ لہ شریف ضلع جہلم کے سجادہ نشین اپنی کتاب مسطاب ”اسرار طریقت“ میں یوں روشنی ڈالتے ہیں کہ:

تصوف ایک خالص اسلامی نظریہ ہے اس کے منبع اور ماخذ ”شریعت اور اس کی تعلیمات“ قطعی اسلامی ہیں یا اس کی تعریفات میں معتقدات مشترک ہیں، وہ یہ ہیں:

زُہد، ایثار، قناعت، فقر، توکل، خشیت الہی، ذکر الہی، محبت رسول ﷺ،

عشق الہی، تقویٰ و ورع، خشوع و خضوع، اتباع شریعت، خدمتِ خلق
صبر و شکر اور ایثار“

فیروز سنز ان سائیکلو پیڈیا ”مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء میں تصوف پر یوں روشنی ڈالی گئی ہے:
جب مسلمانوں کی حکومت دور دراز ملکوں تک پھیل گئی اور اسلام میں
لوکیت کا آغاز ہوا تو مسلمانوں میں خود بخود دو گروہ بن گئے۔ ایک بر
سراقندار اور دوسرے زہاد و عباد کا گروہ۔ ابتدائے اسلام میں ”فقرو
جہاد“ یکجا تھے، مگر دور ملوکیت میں جہاد کی جگہ زنگینیوں نے لے لی
اور ”فقر“ زہاد و عباد کے حصے میں آیا اور وہ گوشہ نشین ہو کر عبادتِ الہی
میں مصروف ہو گئے، ان میں وہ لوگ بھی تھے جو مسلمانوں کی کشمکش
سے بیزار ہو کر عزت نشین ہو گئے تھے

صوفیا کے نزدیک اسلامی علوم کی دو قسمیں ہیں: ایک ظاہری، دوسری باطنی..... ظاہری علوم
سے مراد ”شریعت“ ہے جو عوام کیلئے ہے اور باطنی علم وہ ہے جو ان کے کہنے کے مطابق
رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
تعلیم کیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فیض
یاب ہوئے اور اس طرح سے سلسلہ نقشبندیہ معرض وجود میں آیا اور پھر نقشبندی بزرگوں نے
روحانیت کے میدان میں ان مٹ نقوش چھوڑے وہ تاریخ کا سنہرے باب ہے۔ برصغیر میں اس
سلسلہ کے عظیم شیخ امام ربانی قندیل نورانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی کا بے
مثال کردار سب کے سامنے ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ سے حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ فیضیاب ہوئے جس سے سلسلہ قادریہ، سہروردیہ اور چشتیہ رائج ہوئے۔ صوفیا کے نزدیک تصوف کے چار درجے ہیں:

(۱) شریعت (۲) طریقت (۳) حقیقت (۴) معرفت تصوف پر بہت سی کتابیں بھی لکھی گئی ہیں جن میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی غنیۃ الطالبین، داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی کشف المحجوب اور شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی عوارف المعارف اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات شریف بہت مشہور ہیں۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات شریف کے دفتر اول مکتوب نمبر ۴۳ میں ارشاد فرماتے ہیں:

شریعت و طریقت دونوں ایک ہیں۔ ان میں بال برابر بھی فرق نہیں۔ فرق ہے تو اجمال و تفصیل اور استدلال و کشف کا جو کچھ بھی شریعت کے خلاف ہے وہ مردود ہے اور جس حقیقت کو شریعت نے رد کیا ہو بے دینی ہے

تصوف نگہ کی تیغ بازی کا نام ہے۔ فقراء، صوفیاء اپنے اندر وہ قوت رکھتے ہیں کہ ایک نظر سے دلوں میں انقلاب برپا کر دیتے ہیں، دشمن جان بن کر جو آتے ہیں جانثار بن کر لوٹتے ہیں۔ صوفیاء کی گفتگو واردات کے سانچے میں ڈھل کر نکلتی ہے، اس لئے دلوں کو متاثر کرتی ہے، درد مند دل سے نکلے ہوئے الفاظ تاثیر کی خوشبو ساتھ لاتے ہیں۔

اہل اللہ کا وجود ہی تبلیغ کا نشان ہوتا ہے، اُن کی زندگی کا ہر عمل درس ہوتا ہے، اُن کی گفتگو اُن کے دینی کردار، روحانی کیفیت اور قلبی واردات کا حصہ ہوتی ہے۔ اس میں ازلی

صداقت اور ابدی حقیقت ہوتی ہے۔ اُن کی گفتگو کا ہر لفظ اُن کے مجاہدات و ریاضت کا نچوڑ ہوتا ہے۔

ارشادِ ربّانی ہے:

تُم میں سے کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی رہنے چاہئیں جو نیکی کی طرف
بُلائیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ
کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔ (پ ۴، سورۃ آل عمران: ۱۰۴)
اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

میں اُن لوگوں کو پہچانتا ہوں جو بنی ہیں یہ شہید، لیکن قیامت میں
اُن کے مرتبہ کی بلندی پر انبیاء اور شہداء رشک کریں گے۔ یہ وہ لوگ
ہیں جن کو اللہ (جلّ شانہ) سے محبت ہے اور جن کو اللہ (جلّ جلالہ)
سے پیار ہے۔ وہ اچھی باتیں بتاتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے
ہیں

یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ جلّ شانہ نے ”اولیاء اللہ“ کے نام سے یاد فرمایا اور
جن کے بارے میں ارشاد ہے:

سنو! جو اللہ (جلّ جلالہ) کے دوست ہیں، اُن کے لئے یہ کوئی خوف
ہے اور یہ وہ غمگین ہونگے“ (پ ۱۱، سورۃ یونس: ۶۲)

اس جماعت کو تاریخِ اسلام میں ”اولیاء اللہ“، ”مشائخِ عظام“ اور صوفیائے کرام کے
نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ صالحین، متقین، اخیار، ابرار اور اہل محبت کا یہی گروہ ہے جو اللہ تعالیٰ کا

انعام یافتہ ہے، یہی وہ لوگ ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے مسندِ ارشاد پر فائز ہوئے اور کتاب و حکمت کی تعلیم اور تزکیہٴ نفس کا مقدس فریضہ انجام دیا۔

حضرت محمد بن سالم رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ ”اولیاء“ کی پہچان کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا:

اولیاء کی علامات یہ ہیں: لُطْفٌ لِّسَانٍ، حُسْنُ اخْلَاقٍ، بَشَاشَةٌ چہرہ،
سَخَاوَةٌ نَفْسٍ، قَلَّتِ اعْتِرَاضَاتُ، عَذْرُ خَوَاهِ كَ عَذْرُ كَوْ قَبُولِ كَرْنًا، تَمَامُ
مَخْلُوقِ خَدَا بِرِ شَفَقَتِ كَرْنًا، خَوَاهِ وَهُ نِي كَوْ كَارِ هُو يَابِد كَارِ

حدیث شریف میں ہے کہ ”بلاشبہ بندگانِ خدا میں سے کچھ بندے ایسے ہیں جن

پر انبیاء و شہداء غبطہ (رشک) کرتے ہیں:

صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ ہمیں اُن کی پہچان بتائیے تاکہ اُن سے

محبت قائم رکھیں، نطقِ نبی ﷺ سے ارشاد ہوا:

یہ وہ لوگ ہیں جو مال و محنت کے بغیر صرف ذاتِ الہی (جل شانہ) سے محبت رکھتے ہیں۔ ان کے چہرے نور کے میناروں پر روشن و تاباں ہیں۔ لوگوں کے خوف کے وقت یہ بے خوف اور ان کے غموں کے وقت یہ بے غم ہیں۔

پھر آپ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی کہ

بے شک اللہ (عز و جل) کے اولیاء وہ ہیں جن پر نہ خوف ہے اور نہ

حزن و ملال“ (ابوداؤد شریف)

جب کوئی ولی اتباع شریعت اور ریاضت و مجاہدہ سے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب حاصل کر لیتا ہے تو الہام کے ذریعے اس پر خاص علوم کی راہیں کھل جاتی ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

جو لوگ ہماری اطاعت اور ہمارے دین میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان

پر ہدایت کی خاطر راہیں کھول دیتے ہیں“ (پ ۲۱، سورہ عنکبوت: ۶۹)

مولانا روم مست بارہ قیوم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا او نشیند با حضور اولیاء
ترجمہ: ”جو شخص خداوند عزوجل کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے، اُس کو چاہیے کہ وہ اولیاء اللہ کی
حضوری میں رہے“

یک زمانہ صحبت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
ترجمہ: ”اولیاء اللہ کی تھوڑی دیر کی صحبت سو برس کی بے ریا عبادت سے بہتر ہے“
چشم روشن گن ز خاک اولیاء تاہ بنی از ابتداء تا انتہاء
ترجمہ: ”اولیاء اللہ کے قدموں کی خاک سے آنکھوں کو رون کر لو، تا کہ تو ابتداء سے انتہاء تک
سب کچھ دیکھ لے“

اولیاء اللہ نفس مطمئنہ ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ کریم جل شلنہ نے ایمان نقش

فرمادیا“ (پ ۲۸، المجادلہ: ۲۲)

قرآن حکیم کے فلسفہ طمانینت کا خلاصہ یہ ہے کہ ایمان و اعمال صالح سے قلب میں طمانینت و

سکینیت پیدا ہوتی ہے اور یہ معیار ہے خیر و حسنہ کا، لہذا نفس مطمئنہ یا مطمئن انسان ہی جنت میں جائے گا“ (الفجر ۲۸-۳۰) ان آیات کریم میں رب ذوالجلال والا کرام نے اپنے مطمئن بندوں کی صحبت و رفاقت کو جنت کے داخلے پر مقدم رکھ کر یہ بتایا کہ انسان کی قدر و قیمت جنت سے کہیں زیادہ ہے اور نفوس مطمئنہ کی رفاقت و صحبت، جنت سے افضل و اعلیٰ ہے کیونکہ وہی رونق جنت ہونگے اور ان کی صحبت ہی میں جنت کی نعمتوں سے حقیقی لذت و مسرت ملے گی اور خوب ملے گی۔ قرآن حکیم فرقان حمید کی رو سے ”نفوس مطمئنہ“ کی چار اصناف ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے انعام یافتہ ہیں: (۱) انبیاء (۲) صدیقین (۳) شہداء (۴) صالحین (پارہ ۵: النساء: ۶۹) اور قرآن حکیم کی رو سے یہی چاروں گروہ ”اولیاء اللہ“ ہیں۔

جو شخص اپنے قلب و نفس کا تزکیہ کرتا ہے یعنی جرم و گناہ اور ظلم و شرک کے اندھیروں اور بارگراں سے انہیں نجات دیتا ہے اور اس کا نور قلبی ترقی کرنے لگتا ہے، وہی فلاح پاتا ہے۔ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى (پ: سورہ ”الاعلیٰ“: ۱۴) بے شک وہ مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا یعنی ”تزکیہ نفس“ اختیار کیا

معلوم نہیں کہ بعض لوگوں نے تصوف کو خلاف اسلام سمجھ کر کیوں مخالفت پر کمر ہمت باندھ رکھی ہے۔ حالانکہ درحقیقت تصوف ”اسلام کی روح“ کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ اسلام جن حقائق یا عقاید کو پیش کرتا ہے، اسلام جو چاہتا ہے کہ یہ حقائق قلوب اسلامی میں روشن ہو کر دنیا کو فلاح و برکت کا باعث بنیں، انہی حقائق کو اپنانے کا نام تصوف ہے۔

”توحید“ اسلام کا پہلا عقیدہ ہے لیکن اس عقیدہ کی پختگی کے کئی مدارج ہیں، یہی

وجہ ہے حضور پر نور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

”اُمت کا ایمان ایک طرف اور ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا

ایمان ایک طرف“

قابل غور امر یہ ہے کہ فرقِ عظیم اتنا کیوں؟ صرف پختگیء ایمان کی وجہ سے۔ نتائج کا مدار بھی

عقیدہ کی پختگی پر ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ

اے ایمان والو! اللہ کریم جلالہ سے اتنا ڈرو، جتنا کہ اُس سے ڈرنے

کا حق ہے)

ساری دنیا خداوند عزوجل سے ڈرتی ہے لیکن وہ سب کچھ کرتی ہے جس سے اللہ

تعالیٰ جل جلالہ روکتا ہے اور وہ سب کچھ نہیں کرتی جس کا حکم ہوتا ہے۔ غور فرمائیے! واقعی اگر

ڈرتے تو ایسا ہوتا؟

میرے ہر جرم کو رحمت نے تیری ڈھانپ لیا ہوگا ستار کوئی بڑھ کے تیری ذات سے کیا؟

جب کوئی نیک روح اپنے تزکیہ نفس کے لئے کسی صاحبِ ولایت کی خدمت میں

پہنچتا ہے اور اپنا تعلق قائم کرتا ہے تو اس تعلق کو ”بیعت“ کی رسم سے ادا کیا جاتا ہے اور اُس

وقت ”مرید“ کے نام سے موسوم ہوتا ہے لیکن جب وہ تزکیہ نفس کے لیے اپنی کوششیں بروئے

کار لانی شروع کر دیتا ہے تو سالک کہلاتا ہے اور جب سالک اپنے آپ کو تزکیہ کے ذریعے

عیوب نفس سے پاک کر لیتا ہے صوفی بن جاتا ہے اور جب صوفی ترقی کرتا کرتا فنا کی دولت

سے مشرف ہوتا ہے تو مجاز ہوتا ہے جسے صاحبِ ولایت اجازت خاص سے بعض سالکین کی

تربیت کے لئے مقرر کرتا ہے لیکن جب یہ مجاز اپنی تکمیل کر لیتا ہے اور کامل ارشاد کی قوت کو مرشد دیکھتا ہے تو اسے ”خلعت خلافت“ سے نوازتا ہے اور ہر تبدیلی درجہ کسی ظاہری رسم سے ادا کیا جاتا ہے، ٹوپی سے لے کر دستار، خلعت اور سجادہ تک ”سالک“ کو عنایت ہوتا ہے مرشد یا صاحب ولایت کی تربیت یہاں ختم ہو جاتی ہے اسی چیز کا نام تصوف ہے اور بس

شاید اسی کا نام محبت ہے شیفۃ اک آگ سی ہے دل میں برابر سی لگی ہوئی تعلیمات تصوف کو عام کرنے کی جتنی ضرورت آج ہے کبھی نہ تھی آج جب کہ دنیا مادیت کا شکار ہے سکون مفقود ہو چکا ہے۔ عالمی امن تباہ ہو چکا ہے ہر کوئی پریشان حال ہے اور اطمینان و سکینت کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ احقر شکر گزار ہے حضرت مولانا پروفیسر قاری مشتاق احمد نقشبندی مجددی جماعتی دامت برکاتہم العالیہ کا کہ انہوں نے اس موضوع پر پیش نظر کتاب ”تصوف روح اسلام“ لکھ کر وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔ حضرت پروفیسر صاحب عالم باعمل اور تعلیمات مجددیہ کے بے لوث مبلغ ہیں۔ درد مند دل کے مالک ہیں۔ انہوں نے سرور ملت حضرت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نورانی کے افکار کی تبلیغ و ترویج کے لیے خاصا کام کیا ہے۔ یہ کتاب بھی انہوں نے حضرت صوفی صاحب علیہ الرحمہ کے ارشاد پر ہی صفحہ قرطاس پر لکھ دی ہے جس سے اُن کی روح مبارک جنت الفردوس میں شاداں و فرحاں ہوگی اور دعا گو بھی۔

احقر اس خدمتِ عظیم پر حضرت قبلہ پروفیسر صاحب کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ حضرت صوفی صاحب قدس سرہ العزیز کے مرید باصفا شیخ محمد ناظم بشیر صاحب کے لئے بھی دعا گو ہے جو اس کتاب کو زیور طباعت سے آراستہ و پیراستہ

کر رہے ہیں۔ اللہ کریم جل جلالہ، ان کی اپنے شیخ سے محبت و عقیدت، تعلیمات مجددیہ کو عام کرنے کی سعی و کاوش اور خدمتِ دین کے لئے ان کے عزم و ہمت میں برکت عطا فرمائے۔

اگر یہاں نوجوان مفکر جناب محترم ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس صاحب نقشبندی مجددی دامت برکاتہم العالیہ صدر شعبہ اسلامیات و عربی گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور کے حضور خراج عقیدت نہ پیش کیا جائے تو بہت بڑی زیادتی ہوگی کیونکہ حضرت سرورِ ملت رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر ملال کے بعد نشر و اشاعت کے کام کی سرپرستی، راہنمائی اور نگرانی انہی کی مرہونِ منت ہے۔ جناب محمد ناظم بشیر انہی کے زیر سایہ اس کام کو آگے بڑھا رہے ہیں۔

اللہ کریم جل جلالہ ان کا شایہ ہما پایہ تادیر سلامت رکھے۔

احقر کی دعا ہے یہ مبارک اور مستحسن کتاب جلد از جلد منصفہ شہود پر جلوہ گر ہو کر بھٹکے ہوئے آہوؤں کو سوائے حرم لے جائے اور بادۂ توحید و رسالت سے قاری کو سرشار کر کے خاکِ مدینہ کو اس کے لیے سرمہ چشم بنا دے۔ (آمین)

پھیل جائے گا ہر اقلیم میں اسلام کا نور جگمگائے جائے گا اس نور سے سارا آفاق

محمد صادق قصوری نقشبندی مجددی جماعتی

نقشبندی مجددی نیازوی

بانی و ناظمِ اعلیٰ: مرکزی مجلس امیر ملت پاکستان

بانی و خادمِ اعلیٰ: مجاہد ملت فاؤنڈیشن پاکستان

برج کلاں، ضلع قصور

پوسٹ کورڈ: ۵۵۰۵۱

مورخہ ۲۳۔ جون ۲۰۱۰ء

بدھ وار

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تصوف اور افکارِ مجدد

محترم پروفیسر قاری مشتاق احمد کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، انہوں نے عمر بھر درس و تدریس کا فریضہ انجام دیا اور درس و تدریس کے بعد جو وقت میسر آیا اس میں بھی دین کی اشاعت و فروغ کے لئے کوشاں رہے۔ وہ جامع مسجد شیر ربانی (۲۱- ایکڑ سکیم نیامزنگ سمن آباد لاہور) میں حضرت سرور ملت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی علیہ الرحمۃ کے قائم کردہ جامعہ برائے دینی تعلیم میں علم تفسیر، حدیث اور فقہ کی تعلیم اور ہر اتوار کو محفل ذکر کے بعد درس قرآن حکیم طویل عرصہ تک دیتے رہے۔ وہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار و تعلیمات کے پرچار کے کام میں حضرت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی کے دستِ راست رہے، مجھے بھی حضرت صوفی صاحب کے ساتھ شیر ربانی اسلامک سنٹر اور مجدد الف ثانی سوسائٹی میں ان کے رفیق کار کی حیثیت سے کام کرنے کے مواقع ملتے رہے، اس لئے محترم قاری مشتاق احمد کی تبلیغی مساعی جمیلہ سے قریبی تعلق استوار ہوا۔ قاری صاحب ایک معتدل مزاج عالم دین ہیں جن کا تصوف اور صوفیاء پر گہرا مطالعہ ہے۔ اس طرح قرآن حکیم پر بھی ان کی نظر بڑی عمیق ہے، انہوں نے ”تصوف، روح اسلام“ کے موضوع پر ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل کتاب مرتب کر کے دورِ حاضر کی ایک اہم ضرورت پوری کی ہے، تصوف کو قرآن حکیم اور رسول اللہ ﷺ کی سنت سے الگ نہیں کیا جاسکتا، جو عناصر ماضی قریب میں تصوف کو یہ

رنگ دینے کی کوشش کرتے رہے ہیں گویا کہ یہی دین اسلام سے الگ کوئی نظریہ یا فلسفہ ہے ان کی سوچ اور فکر کا مواخذہ و محاسبہ اشد ضروری ہے۔ پروفیسر صاحب نے قرآن و سنت کے حوالوں سے یہ بات واضح کر دی ہے کہ فلاح اور نجات کا واحد راستہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے ان پر صدقِ دل سے عمل کیا جائے اور جن کاموں سے روکا ہے ان سے باز رہا جائے۔ تصوف کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ اسلام کے اوامر و نواہی سے بے نیازی اختیار کر لی جائے۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی نے بھی اپنے مکتوبات میں بار بار اس بات پر زور دیا ہے کہ شریعت کو ترک کرنے کا نام طریقت نہیں ہے۔ اسلام کے پیروکاروں کے لئے سیدھا اور سادہ لائحہ عمل یہی ہے کہ فرائض کی پابندی کریں، بالخصوص نماز باجماعت ادا کی جائے۔ ذکر الہی اہتمام سے کریں، حرام رزق سے اپنے پیٹ کو بچائیں، جھوٹ سے اپنی زبانوں کو محفوظ رکھیں، اپنی شخصیت کا جادو جگانے کا خیال دل میں نہ آنے دیں بلکہ اللہ کے دین کے تصور کو اعلیٰ و ارفع جانیں اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کا احسان مانیں کہ اس نے علم و عمل کے راستہ پر چلنے کی توفیق دی۔ اپنی عظمت کے احساس کو جھٹک دیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل پر اس کا شکر نہ کرنے والے اس کی نعمتوں سے محروم ہو جاتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے، ”مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں،

تفرقہ نہ کریں، خیانت نہ کریں، جھوٹ نہ بولیں، ایک دوسرے کو رسوا نہ کریں یعنی ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کی عزت و آبرو، مال، جان اور خون حرام ہے۔“ آپ ﷺ نے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا، ”تقویٰ کا مقام یہاں ہے اور

کسی آدمی کے لئے یہ شر اور برائی بہت ہے کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو حقیر اور ذلیل سمجھے، حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے پوچھا کہ تم مفلس کس کو سمجھتے ہو؟ صحابہ کرام نے جواب دیا، ”جس کے پاس مال و دولت نہ ہو۔ حضور ﷺ نے تصحیح فرمائی کہ مفلس وہ ہے جو بہت نیکیاں کرتا ہو لیکن اپنی زبان، ہاتھ اور قلم سے دوسروں کو تکلیف پہنچاتا ہو، انہیں ستاتا ہو، غیبت کرتا ہو، اشیاء میں ملاوٹ کرتا ہو، کاروبار میں دھوکہ اور فریب کرتا ہو، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں میں سے ان مظلوموں اور دکھی لوگوں کو حصہ دیں گے جن پر وہ ظلم کرتا رہا یہاں تک کہ اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی۔ حقیقت میں یہی شخص مفلس ہوگا اور آخر میں اس کے پاس کچھ نہیں بچے گا۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو اس امر کا پورا احساس تھا کہ مغل بادشاہ اکبر کو اسلام سے برگشتہ کر کے ”اکفر“، بعض نفس پرست اور جاہ پسند علماء سوء ہی نے بنایا تھا جنہوں نے تصوف کی آڑ میں پناہ لے رکھی تھی، شیخ فرید کے نام ایک مکتوب میں امام ربانی لکھتے ہیں:

”الحمد للہ مسلمانوں کو اس سے بڑھ کر کون سی خوشی ہوگی اور ماتم زدوں کو اس سے زیادہ کیا خوش خبری چونکہ فقیر اس عرض کے لئے آپ کی طرف متوجہ ہے اس لئے اس معاملے میں ضروری باتیں کہنے اور لکھنے سے باز نہیں رکھ سکتا، مجھے معذور سمجھیں معلوم ہے غرض والا دیوانہ ہوتا ہے۔ عرض کرنا یہ ہے کہ ایسے دیندار علماء جن کو جاہ و مال کی چاہت بالکل نہ ہو اور جن کے سامنے ترویج شریعت اور احیائے ملت کے سوا کوئی نصب العین نہ ہو، بہت ہی کم بلکہ کم سے کم ہیں۔ ظاہر ہے کہ علماء میں اگر منصب اور عزت کی خواہش ہوئی تو ہر

ایک اپنی طرف کھینچنا چاہے گا اور اپنی بڑائی جتانے کی کوشش کرے گا اور پھر ان میں اختلافات ہوں گے اور انہی کو یہ تقرب بادشاہی کا ذریعہ بنائیں گے لامحالہ پھر معاملہ بگڑ جائے گا۔ دورِ سابق میں علماء سو کے اختلافات ہی نے دنیا کو بلا میں ڈال دیا تھا اور اب وہی چیز پھر درپیش ہے۔ دین کی ترویج کجا کہیں تخریب نہ ہو (العیاذ باللہ) اگر چار کے ایک ہی عالم کو اس کے لئے انتخاب کریں تو بہتر ہے اگر علماء ربانی میں سے مل جائیں تو کیا کہنا، ان کی صحبت تو کبریت احمر ہے اور اگر کوئی خالص اللہ والا میسر نہ ہو تو پھر خوب غور و فکر سے جس کو بہتر سمجھیں اس کو اختیار کریں۔ مخلوق کی نجات علماء کے وجود سے ہے اسی طرح لوگوں کا خسارہ بھی انہی سے وابستہ ہے۔ ایک بزرگ نے ابلیس لعین کو دیکھا کہ بے کار اور نچنت بیٹھا ہے اس سے اس کی وجہ پوچھی اس نے کہا کہ اس زمانہ کے علماء میرا کام انجام دے رہے ہیں اور دنیا کو گمراہ کرنے کے لیے کافی ہیں۔

کام جس عالم کا ہو گا غفلت و تن پروری اور کی وہ کس طرح کر سکے گا رہبری میرا مقصد یہ ہے کہ اس معاملے میں اچھی طرح غور و فکر کر کے کوئی قدم اٹھائیں جب بات ہاتھ سے نکل جاتی ہے تو پھر کوئی علاج نہیں ہو سکتا۔

ایک گرامی نامہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے صدر جہاں کو بھی لکھا:

سنا گیا ہے کہ بادشاہ اب اسلامی رجحانات کی وجہ سے کچھ علماء چاہتے ہیں (الحمد للہ علی ذالک) آپ کو معلوم ہے کہ پچھلے دور میں جو نساد آیا وہ علماء سو ہی کی کم بختی سے پیدا ہوا تھا لہذا اس بارے میں خوب تحقیق کر کے دیندار علماء کا انتخاب فرمایا جائے۔

علماء سوء دین کے چور ہیں ان کا مطمع نظر صرف منصب اور پیسہ اور لوگوں کے نزدیک ذی عزت ہونا ہے۔ خدا ان کے فتنے سے محفوظ رکھے ہاں ان میں سے جو اچھے ہیں وہ افضل ترین خلق ہیں۔ وہی ہیں کہ روز قیامت ان کی روشنائی شہدا کے خون کے ساتھ تولی جائے گی اور اس روشنائی کا پلڑا بھاری رہے گا۔ لوگوں میں سب سے بدتر بُرے علماء اور سب سے خوب تر اچھے علماء ہیں

حکومت کے مورچہ کو تو حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اس طرح فتح کیا۔ اب رہ گئے علماء سوء اور نفس پرست گمراہ کن صوفی ان کی قوت بھی آپ کے اسی ایک وار سے بہت کچھ ختم ہوگی۔ کیونکہ ان کا فتنہ صرف اسی لئے رو بہ ترقی تھا کہ حکومت کی رفتار اس کے مناسب مزاج تھی جب حکومت ہی کا رخ بدل گیا تو باطل کی یہ دونوں قوتیں بھی کمزور پڑ گئیں۔

امام ربانی کے افکار کی اساس یہ ہے کہ ہم ایک عقائد کو کتاب و سنت کے مطابق درست کریں کیونکہ نجات اخروی انہی کے اتباع سے وابستہ ہے اور فرقہ ناجیہ وہی ہیں اور ان کے پیرو کیونکہ وہی آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے طریقہ پر ہیں اور کتاب و سنت سے جو علوم متضاد ہیں ان میں سے وہی معتبر ہیں جن کو ان بزرگوں نے وہاں سے سمجھا اور اخذ کیا ورنہ ہر بدعتی اور ہر گمراہ اپنے عقائد فاسدہ کی بنیاد کتاب و سنت ہی پر رکھتا ہے۔ علماء اہل حق ہی کے سمجھے ہوئے معانی معتبر ہیں کیونکہ ان معانی کو انہوں نے صحابہ کرام اور سلف صالحین کے چشمہ فیوض سے حاصل کیا ہے لہذا

نجات ابدی اور فلاح سرمدی انہی سے وابستہ ہے وہی خدائی گروہ ہے اور خدائی گروہ ہی فلاح پانے والا ہے۔

قاری مشتاق احمد کی تصنیف ”تصوف: روح اسلام“ انہی اوامر و نواہی کی نشان دہی کرتی ہے جن پر عمل کر کے اور جن سے باز رہ کر ہم تصوف کی حقیقی روح سے آشنا ہو سکتے ہیں جو فی الحقیقت روح اسلام ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ قاری صاحب کی اس کاوش کو قبول عام سے سرفراز کرے، ان کی اس علمی کوشش کا انہیں اجر عظیم عطا فرمائے اور قاری صاحب کو جو حال ہی میں عارضہ قلب کے باعث علییل رہے ہیں، صحت کاملہ سے نوازے اور انہیں دین کی خدمت کی زیادہ سے زیادہ توفیق ارزانی کرے (آمین)

جمیل اطہر سرہندی

صدر مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور

لاہور 17 جولائی 2010ء

بمطابق ۴ شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تصوف شہ رگ دین

کسی فکر یا نظریہ کو اسلامی فکر کے متوازی نئی فکر ثابت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ نئی فکر کو پیش کرنے والے کے احوال و کیفیات کو جاننے کے ساتھ ساتھ اس فکر کے بنیادی عناصر جن سے اس فکر کی تعمیر ہوئی، کا عمیق نظری سے جائزہ لیا جائے۔ اگر اس فکر کو پیش کرنے والے وہ لوگ ہوں جن کے تقویٰ کی شہادت ایک زمانہ دے رہا ہو، جن کے رسوخ فی العلم کا گواہ دینی لٹریچر ہو اور جن کے فکر نقد و جرح کی کسوٹی میں تولی جا چکی ہو، ایسے لوگ جس فکر کے نقیب ہوں لامحالہ اس فکر کے خمیر کو قرآن و سنت سے اٹھایا گیا ہوگا لیکن اس کے عناصر ترکیبی کا تجزیہ صدیوں سے اہل علم نے کر کے اس فکر کی روح کو عین اسلام قرار دیا ہو تو اس فکر کو اسلام کے متوازی قرار دینا عالم جنون میں کسی کی برہی قرار دی جاسکتی ہے۔ باقی رہا اصطلاحات کا مسئلہ یہ علوم و فنون کے ارتقاء اور زبان و مکان کی تبدیلی اور احوال و ظروف کے بدلنے سے بدلتی رہتی ہے۔ لامشاحتہ فی الاصطلاح کا کلیہ بھی اہل علم و فن کے لئے نیا نہیں۔ اس لئے تزکیہ نفس، احسان، تصوف، اور عرفان کوئی نام رکھ لیں تصوف کا مقصد اسلامی تعلیمات اور فکر و فلسفہ کو اس کی روح کے مطابق اپنانا۔ اس لئے تاریخ تصوف تاریخ اسلام کا حصہ ہے اصطلاحات کی غلط فہمی سابقین کو بھی ہوئی، اس کا جواب شیخ سید علی ہجویری (م: ۳۶۵ھ/۱۰۷۲ء) نے تحریر فرمایا جو آج کی غلط فہمیوں کو دور کرنے اور تصوف کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے کافی ہے اور آپ کی نصیحت

بھی قابل غور ہے ”طریق ابن گشادہ گرو و مر منکران را گوئیے کہ: مرادتان بہ انکار تصوف چیست؟ اگر اسم مجرد را انکار کند، باک نیست؛ کہ معانی اندر حق تسمیات، بیگانہ باشد و اگر عین این معانی را انکار کنند، انکار کل شریعت پیغمبر علیہ السلام و خصال ستودہ کردہ باشند، من ترا وصیت کنم تا حق این را مراعات کنی و انصاف بدھی تا دعوی کوتاہ کنی، و بہ اہل این نیکو اعتقاد باشی (کشف ۶۰)

شیخ علی ہجویری کی کشف المحجوب کو دیکھ لیں پوری کتاب میں استدلال و استشہار کے لئے قرآنی آیات اور احادیث رسول اللہ کو پیش نگاہ رکھا ہے۔ اپنی ہر فکر کی سند وہ شریعت سے لیتے ہیں۔

صوفیہ میں ایک اور بڑا نام خواجہ نظام الدین محبوب الہی کا ہے ان کے ملفوظات اور سوانح عمری پڑھ لیں ہر جگہ مخلوق کا درد اور ہمدردی صاف محسوس ہوتی ہے وہ عبادت کی متعدی اور غیر متعدی میں تقسیم کرتے ہیں متعدی تو ہے جس کا فائدہ عام ہو اور غیر متعدی وہ جس کا فائدہ اپنی ذات کو ہوتا ہے۔ ہو تو یقین رکھتے ہیں کہ لوگ کھانا کھاتے ہیں تو اثر میں محسوس کرتا ہوں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات اور دیگر رسائل میں شریعت کی حاکمیت ہی نظر آتی ہے۔ آپ سنت نبوی پر عمل کو ہی ذریعہ نجات سمجھتے ہیں۔ کیا ان اکابرین کے بارے میں کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان کی فکر، طرز عمل اور نظریہ، اسلام کے متوازی کسی دھارے کا نام ہے؟ چند کتابیں رٹ لینے کے بعد تصوف پر اعتراض کرنے والوں کے بارے میں صاحبزادہ عمر بیر بلوی لکھتے ہیں: ”لیکن حیرت ہے ان لوگوں پر کہ وہ مذہب کے لئے شور مچاتے ہیں اور اعمال مذہب کو پیش کرتے ہیں لیکن روح مذہب کو مکمل کرنے کے لئے

کچھ نہیں کرتے۔ بلکہ جو لوگ کچھ کر رہے ہیں یعنی صوفیہ ان کو بھی ”بے کار جماعتِ اسلام“ خیال کرتے ہیں اور ان کے اعمال مجاہدہ کو جو سراسر پختگی یقین کے لئے تجویز کئے گئے تھے، بیکار خیال کرتے ہوئے ان سے عوام و خواص کو برگشتہ کیا جاتا ہے اور غیر مذہب خیال کیا جاتا ہے۔ نتیجہ وہی پیدا ہو رہا ہے اور ان ظاہری اعمال کے اندر کوئی ثمرہ ظاہری اور آخری پیدا نہیں ہوتا بلکہ لوگ مذہب سے بیزار ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ظاہر سے باطن پر پہنچائے تاکہ ان کا دین حق بلند سے بلند تر ہوتا چلا جائے۔ مزید وضاحت کرے ہوئے نادان اہل دانش کے طرز عمل پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”صلحائے امت نے جو طریقہ پختگی ایمان کے لیے تجویز فرمایا تھا اور جسے اصطلاح میں تصوف کہتے ہیں اور جو وقتاً فوقتاً حسب طبائع اور اوقات کتاب و سنت کی حدود کے اندر خانقاہوں میں چلتا آیا، اس کے برخلاف عملی دنیا تو کیا بلکہ علمی دینی طبقہ جائز و ناجائز طریقے سے برملا مخالفت پر اتر آیا ہے اور اس ”روح مذہب“ کے منہ کرنے پر تلا ہوا ہے اور اپنے خیال میں وہ شریعت مطہرہ کو آلودگیوں سے پاک کرتا ہے لیکن یہ نہیں دیکھتا کہ آلودگیوں سے صاف کرتے کرتے شہ رگ کو کیوں کاٹا جا رہا ہے جس پر مدارِ زندگی ہے“

کس خوبصورتی سے حضرت خواجہ عمر بیر بلوی تصوف کو دین کی شہ رگ سے تعبیر کر رہے ہیں۔

کتاب حاضر ایسے تسلیک زدہ ذہنوں سے شکوک و شبہات کو دور کرنے کے لئے لکھی گئی ہے جو صاحب علم و دانش کہلوانے کے باوجود شہ رگِ دین پر خامہ فرسائی کرتے نہیں تھکتے پروفیسر قاری مشتاق احمد دامت برکاتہم العالی علوم دینیہ پر گہری نظر رکھتے ہیں اور علوم جدید کے اداروں سے ایک عرصہ وابستہ رہے۔ حضرت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی علیہ الرحمۃ سے درینہ رفاقت و قرب کا شرف بھی پایا۔ انہوں نے اس کتاب میں اس حقیقت کو نکھگا کر پیش

کر دیا ہے کہ تصوف کیا ہے؟ نتیجہ یہ نکالا کہ یہ ان افکار و نظریات کا مجموعہ اور اذکار و اعمال کا جوہر ہے جو قرآن و سنت اور سلف صالحین کی تعلیمات سے اخذ کئے گئے ہیں۔ اگر دور حاضر میں نام نہاد صوفیہ کو دیکھ کر تصوف کا انکار کرنا ہے تو یہ الخطا و ادبار تو علماء میں بھی آیا ہے کیا علوم دینیہ کا نا کر بھی کر دیا جائے گا۔ تصوف کی امہات کتب کی روشنی میں تصوف کی حقیقت اور تصوف کے عناصر ترکیبی پر اس خوبصورت کتاب کی اشاعت یقیناً شیر ربانی پبلی کیشنز لاہور کے سلسلہ اشاعت اور صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کی ترویج و اشاعت کے حوالے سے ایک خوبصورت اضافہ ہے۔ اللہ تعالیٰ برادر م ناظم بشیر نقشبندی مجددی، صاحبزادگان اور صوفی صاحب علیہ الرحمۃ کے مشن کے لئے کام کرنے والے افراد کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

طالب دعا

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

شعبہ عربی و علوم اسلامیہ

جی سی یونیورسٹی، لاہور



شریعت کے تین جزو ہیں
علم، عمل اور اخلاص۔ جب تک یہ تینوں
متحقق نہیں ہوتے شریعت متحقق نہیں ہوگی اور جب
شریعت متحقق ہوگی تو حق سبحانہ جل جلالہ کی رضا حاصل ہوگی جو کہ تمام
دنیوی و اخروی سعادتوں سے بلند و بالا ہے

”و رضوان من اللہ اکبر“

پس شریعت تمام دنیوی و اخروی سعادتوں کی ضامن ہوئی،
کوئی مقصد ایسا نہیں رہا جس کے حصول میں شریعت کے ماسوا
کی طرف محتاجی ہو، طریقت و حقیقت دونوں شریعت
کے خادم ہیں۔

مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب: ۳۶

شیر ربانی پبلیکیشنز لاہور

جامع مسجد قادریہ شیر ربانی، ۲۱- ایکڑ سکیم نیامزنگ، سمن آباد لاہور